ماہنامہ نفاذ اردو

مارچ2023

قیام پاکستان کا

ادھورا خواب

مقتدرہ کی 75 سالہ سیاہ کاریاں

تحریک نفاذ اردو پاکستان

03495059760

www.tnupak.com

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ **نفاذ اردو** مارچ ۲۰۲۳

زیر نگرانی: فرخندہ شمیم مدیر اعلیٰ: عطاءالرحمن چوہان مدیر : فریال اوزگل

فہرست مضامین

تحریک نفاذ اردو پاکستان

دفتر: ایس۔۲۰۰، ملک آباد شاپنگ مال، مری روڈ، سٹلائٹ ٹاون، راولپنڈی

www.tnupak.com tnupak@gmail.com

Facebook.com/TNUPAK Whats app 03495059760

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیرو کاروں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اُسی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا، اب جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے لیے نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔ (سورہ البقرہ)

نقوش

سیرت

(صحابہؓ کی تربیت)

حضور ﷺ کے ایک صحابی ابو ذرؓ تھے، جو اسلام کے شروع دِنوں ہی میں ایمان لے آئے تھے۔
حضور ﷺ ان کی سچائی کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی بات پر ناراض ہو کر انہوں نے اپنے ایک غلام کو بُرا بھلا کہا۔ اس غلام کو بہت رنج ہوا، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ابو ذرؓ کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے ابو ذرؓ کو بُلا بھیجا، جب وہ تو حضور ﷺ نے غلام کے ساتھ اُن کے برتاؤ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں اب تک جہالت باقی ہے، یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے تم کو اِن سے بڑا درجہ دیا ہے۔ اگر تم ان سے خوش نہیں ہو تو ان کو الگ کر دو۔ اللہ کی مخلوق کو ستایا نہ کرو، جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ۔ ان کو اتنا کام نہ دو جو وہ نہ کر سکیں اور اتنا کام دو تو خود بھی ان کے ساتھ لگ جاؤ''۔

اداریہ

قیامِ پاکستان، ادھورا خواب، ہمارا پہلا اور آخری نکتہ !

پاکستان کا خیال تو ۱۹۱۵ء میں ہی بزمِ شبلی کی نشست میں چوہدری رحمت علیؒ نے پیش کر دیا تھا۔ پھر گول میز کانفرنس کے موقع پر تاریخ ساز پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں" میں پاکستان کا نام اور جغرافیہ بھی تجویز کر دیا تھا۔ البتہ آل انڈیا مسلم لیگ نے اس تجویز میں بنگال کو شامل کرتے ہوئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو باقاعدہ الگ ملک کا مطالبہ کر دیا، جسے بعد میں چوہدری رحمت علیؒ کے دیئے گئے نام "پاکستان" سے منسوب کر دیا گیا۔ جو ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ آج پیچھے مُڑ کر دیکھیں تو یوں ۸۳ سال پہلے جس پاکستان کا خواب دیکھا گیا تھا، وہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔ قائداعظمؒ کے نااہل جانشینوں نے آدھا ملک (مشرقی پاکستان) ۱۹۷۱ء میں گنوا دیا اور باقی ماندہ ملک کالے انگریزوں اور انگریزی زبان کے تسلط میں ہے۔ لارڈ میکالے کی روحانی اولاد اپنے باپ کے نصب العین کا دن رات پہرہ دے رہی ہے۔ انگریزی زبان اور فرنگی طرزِ معاشرت اور طرزِ حکمرانی کو روز بروز مستحکم کیا جا رہا ہے۔ نظریہ پاکستان، قومی زبان اور قومی اقدار کو چن، چن کر قومی دھارے سے باہر کرنے کی منظم کوشش جاری ہے۔ تازہ اقدامات کا جائزہ لیں تو علاقائی کلچر کے نام پر ہر صوبے میں الگ قوم گھڑنے کی پوری تیاری ہے۔

مقتدرہ (حکمران، سول و ملٹری ملازمین اور اعلیٰ جج) لارڈ میکالے کی ٹُرو کاپی (سچی تصویر) کے طور پر پاکستان پر قابض ہے اور اپنے آقاؤں کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بلاخوف و تردد پیش قدمی کر رہی ہے۔ پچھتر سالہ سینہ زوری کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ پچیس کروڑ عوام ان ڈیڑھ دو ہزار لوگوں (مقتدرہ) کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں اور بچپن سے زنجیروں میں جکڑے ہاتھی کے مانند کسی مزاحمت پر تیار نہیں۔ حکمران، نوکر شاہی اور جج ایک دوسرے کے مفادات کے مخلصانہ محافظ ہیں اور یہ تینوں مل کر ملک اور قوم کو چونا لگا رہے ہیں۔ ریکارڈ گواہ ہے کہ مقتدرہ کے سارے سابقہ اور موجودہ اہل کار ارب پتی ہیں اور قوم ایک، ایک پائی کو ترس رہی ہے۔

بقول حکیم محمد سعیدؒ دو الف، اسلام اور اردو پاکستان کی بنیاد اور بقاء کے ضامن ہیں، وہ کہاں دھکیل دیئے گئے ہیں، سب جانتے ہیں، کس نے دھکیلے ہیں، سب کو پتا ہے۔ ملک اور قوم کو واپس ان دو الف پر کیسے لانا ہے، ہر محب وطن پاکستان کے لیے سوالیہ نشان ہے۔ جس قومی زبان اردو کے لیے مسلمانانِ برصغیر نے ۱۸۶۸ء میں اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تھا وہ آج بھی مقتدرہ کے ہاتھوں غیر محفوظ ہے جیسے ان کے آقاؤں (انگریزوں اور ہندوؤں) کے ہاتھوں غیر محفوظ تھی۔ اس میں مماثلت کیوں ہے؟ یہ وجوہات آپ خود تلاش کریں۔

پچھتر سال بعد ہی سہی اگر قوم قائداعظمؒ کی بصیرت کی طرف لوٹنا چاہے تو ملک و قوم کو نظریہ پاکستان کے مطابق اٹھایا جاسکتا ہے۔ نظریہ پاکستان اسلام اور اردو کا نفاذ ہے۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان قومی زبان کے لیے سرگرمِ عمل ہے اور اس سے منسلک لاکھوں فرزندانِ پاکستان قومی زبان کو سرکاری، تدریسی، عدالتی اور عسکری زبان بنائے بغیر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ یہ ہماری سرخ بتی (ریڈ لائن) ہے۔ جس کو پامال کرنے والوں پر نظریں جمی ہوئی ہیں اور ایک انہیں مزید پیش قدمی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ ہماری جدوجہد کا پہلا اور آخری نکتہ ہے۔ بقول اقبالؒ

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو

شررفشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

تحریک پاکستان اور قومی زبان اردو

عطاءالرحمن چوہان

اردو،ہندی تنازعہ تقسیم ہند کی بنیاد بنااور تحریک پاکستان اول و آخر نفاذ اردو کی تحریک تھی۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس،ڈیفنس آف اردو انجمن اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام دراصل مسلمانوں کی قومی زبان اردو کے تحفظ اور نفاذ کے لیے قائم کی گئیں تھیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے اجلاس ۱۹۰۶ سے قیام پاکستان تک ہر اجلاس کے ایجنڈے میں قومی زبان کا تحفظ اور نفاذ شامل تھااور ہر اجلاس میں قومی زبان کے نفاذ کی قرارداد منظور کی جاتی تھی۔ قائداعظمؒ کے چودہ نکات میں بھی قومی زبان کا تحفظ و نفاذ شامل تھا۔

برصغیر کے مسلمانوں کے درجنوں مسائل اپنی جگہ لیکن اسلام اور نفاذ اردو تحریک پاکستان کے اصل محرک تھے۔ انگریزوں کے قبضے کے بعد ہندووں نے مسلم تشخص کو پامال کرنے کے لیے سب سے پہلا وار اردو زبان پر کیا۔ گاندھی جی نے کانگرس کے پلیٹ فارم سے منظم سازش کرتے ہوئے اردو کو عربی و فارسی رسم الخط سے دیوناگری رسم الخط میں منتقل کرنے کی مہم چلائی۔ گاندھی نے 14 جولائی 1927 کے اپنے مضمون میں واشگاف الفاظ میں لکھا "ہندوستان کی ساری زبانوں کے لیے صرف ایک رسم الخط ہونا چاہیے اور اس کے لیے موزوں ترین رسم الخط دیوناگری ہے"۔اس کے جواب میں قائداعظمؒ نے اپنے چودہ نکات میں اردو زبان اور رسم الخط کی حفاظت کرنا بھی شامل کیا۔ کانگرس ہر سطح پر اردو کو دیوناگری رسم الخط میں تبدیل کرنے کی سازش کررہی تھی۔ کانگرس کی اردو دشمنی نے مسلمانوں کو بیدار اور منظم ہونے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ 1937 سے 1939 تک کانگرس نے اردو کو مٹانے کی ہر سازش کی اور اس کے نتیجے میں مسلمان متحد ہوتے گئے اور یوں اردو کی بنیاد پر ایک الگ ملک کی ضرورت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ بالآخر 23 مارچ 1940 کو مسلم لیگ نے متحدہ ہندوستان کے بجائے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک کا مطالبہ کردیا۔ جس میں وہ اپنی تہذیب و تمدن، اپنے مذہب اور اپنی زبان کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ یوں اردو زبان تحریک پاکستان کی رگ وپے میں شامل رہی اور اس تحریک کی آبیاری بھی اسی زبان میں ہوئی، بلکہ تحریک پاکستان کی ترجمان واحد اردو زبان ہی تھی۔

ماضی میں جھانکا جائے تو اردو دشمنی کا آغاز اس وقت ہوا ،جب 1867 میں یوپی کے ایک انگریز گورنر نے اپنے صوبے میں اردو کو معطل کر کے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا تو مسلمانوں نے شدید مزاحمت کی۔ اسی دوران "ڈیفینس آف اردو انجمن" قائم کی گئی۔

1686 میں سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء نے مسلم ایجو کیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے شمال مغربی صوبوں میں اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ آل انڈیا مسلم ایجو کیشنل کانفرنس اچھی طرح جانتی تھی کہ اردو کی مخالفت در حقیقت مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اور مذہب و معاشرت کی مخالفت ہے اور اس کے تحفظ میں کوتاہی بڑی تباہی کا باعث ہو گی۔ آل انڈیا مسلم ایجو کیشنل کانفرنس نے 1886 سے 1938 تک اپنے سالانہ اجلاسوں میں اردو کی ترویج وترقی اور اسے سرکاری زبان بنانے کے لیے 37 قراردادیں منظور کیں۔ ان قراردادوں کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے جب مسلم لیگ کے جھنڈے تلے اسلام اور اپنی تہذیب کے تحفظ کے لیے ایک آزاد وطن حاصل کرنے کی تحریک شروع کی تو اردو زبان کی سلامتی اور تحفظ بھی ان کی جدوجہد کا لازمی حصہ رہی۔

1906 میں جب آل انڈیا مسلم ایجو کیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے منشور میں اردو زبان اور فارسی رسم الخط کی حفاظت کرنا شامل ہو گیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے دوسرے اجلاس منعقدہ امرتسر 30 دسمبر 1908 میں منظور کی گئی قرارداد میں کہا گیا کہ "اردو پوری سلطنت ہند کی مشترکہ زبان ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ اس زبان میں باضابطہ اشاعت تعلیم پر زور دیتی ہے"۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے تیسرے اجلاس منعقدہ دہلی 30 جنوری 1910 میں سر غلام محمد علی نے صدارتی خطبے میں کہا:

"ملت کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو ہو اور اس کی ترقی و توسیع لازمی ہے۔ تمام دنیا میں مشترکہ زبان کو وحدت ملی کا موثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور اردو برصغیر کے تمام علاقوں میں بولی جاتی ہے، اس مقصد کو بہ طریق احسن پورا کرتی ہے۔"

قائداعظمؒ نے کلکتہ کے خصوصی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:

”وہ ہندی کو لازمی زبان قرار دینے کی اسکیم بنا رہے ہیں اور یہ یقیناً کسی نہ کسی طرح اردو کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے گی اور سب سے زیادہ خرابی کی بات یہ ہے کہ ہندی زبان جو سنسکرت ادب و نظریہ اور فلسفہ پر مشتمل ہے، مسلمان بچوں اور طالب علموں پر لازماً مسلط کی جائے گی۔“

آل انڈیا مسلم لیگ کے نویں اجلاس منعقدہ لکھنو دسمبر 1916 جس کی صدارت قائداعظمؒ نے فرمائی قرارداد میں کہا گیا:

"بعض عناصر اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ملکی زبان ہونے کی صورت میں اردو کو جو مقام حاصل ہے وہ اب نہ رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اس کاروائی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان تمام لوگوں کو جو ہندوستانی قومیت کے فروغ و استحکام میں دلچسپی رکھتے ہیں پرزور سفارش کرتی ہے کہ اردو کی

آل انڈیا مسلم لیگ کے 25ویں اجلاس منعقدہ لکھنو(1937) میں یہ قرارداد قائداعظم کی صدارت میں منظور ہوئی۔

"آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان کے اردو دان حضرات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنی زبان کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش سرانجام دیں اور جن میں یہ مروج نہیں ہے وہاں اس کی اشاعت کے لیے موثر انتظامات کیے جائیں اور حکومت کے تمام دفاتر، عدلیہ، مقننہ، ریلوئے اور ڈاک میں اس کے استعمال کی صورتیں پیدا کی جائیں"۔

حمایت کریں، اس لیے کہ تنہا یہ زبان سارے ملک کی مشترکہ زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے"۔

اردو کی مخالفت میں جب ہندوؤں نے بندے ماترم کو قانون ساز اسمبلیوں میں رائج کرنا چاہا تو یہ ثابت ہو گیا کہ کہ قائداعظمؒ سو فیصد درست کہتے تھے کہ اردو مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور ترجمان زبان ہے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم طلبہ کی تعلیم ہندی کے بجائے قومی زبان اردو میں دی جائے۔

1867 سے 1940 تک مسلمان ہر پلیٹ فارم سے ہندوستان میں اردو کے دبانے کی ہر کوشش کی مزاحمت کرتے رہے اور پوری قوت سے اردو کو دیوناگری رسم الخط کی بھینٹ چڑھانے کی مخالفت کرتے رہے۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سے آل انڈیا مسلم لیگ تک ہر فورم کے ہر اجلاس میں اردو زبان کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کو اپنے ایجنڈے کا حصہ بنائے رکھا۔ اپریل 1939 میں نواب زادہ لیاقت علی خان نے علی گڑھ میں اپنی صدارتی خطبے میں کہا

"اردو اور ہندوستان کا مسئلہ صاف ہے، اس پر بحث و استدلال بہت ہو چکا۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ کانگرس کی نیت کیا ہے۔ لفظی بھول بھلیوں سے اب ہمیں باہر نکل آنا چاہیے۔ نہ ہم دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور نہ دھوکا کھانا چاہتے ہیں۔ صاف اور سیدھی بات یہی ہے کہ ہم اردو بولیں گے اور اردو لکھیں گے۔ اپنے بچوں کو اردو میں تعلیم دیں گے اور اپنی زبان کو سوائے اردو کے کچھ نہ کہیں گے"۔

"46-1945 کے الیکشن میں مسلم لیگ نے اسلام، پاکستان اور اردو کے نام پر ووٹ حاصل کیے تھے۔ مسلم لیگی قائدین نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ پاکستان میں اسلام اور اردو کو نافذ کیا جائے گا"۔ (ڈاکٹر سید عبداللہ کی اردو خدمات۔۔ ص55۔۔ڈاکٹر ممتاز منگلوری)

ممتاز مفکر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

"اردو نے آزادی کی جدوجہد میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ اردو کے ذریعے تحریک پاکستان مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے قریے، قریے میں پہنچی۔ اردو نے ٹوٹے ہوئے دل جوڑے اور ایک منتشر گروہ کو منظم قوم کی صورت دی"

ڈاکٹر فرمان فتح پوری فرماتے ہیں:

"غور کرنے سے اندازہ ہو گا کہ تحریک پاکستان کے کمزور جسم میں زندگی کی روح اردو زبان نے ہی پھونکی تھی۔ اسی زبان میں لوگوں کو پاکستان کا مفہوم سمجھایا گیا اور اسی کی آڑ لے کر برصغیر کے مسلمانوں کو غیر معمولی قربانیوں پر آمادہ کیا گیا۔ اسی کے ذریعے لوگوں کے ذہن دو قومی نظریے کے لیے ہموار کیے گئے اور اسی کا واسطہ دے کر پاکستان کے حق میں ووٹ حاصل کیے گئے تھے۔"

اردو اور تحریک پاکستان لازم و ملزم قرار پاتے ہیں۔ اردو کی بقاء کے لیے شروع کی گئی تحریک، آزادی اور تقسیم برصغیر کی بنیاد بنی اور ہندوستان سے علیحدگی کی ساری جدوجہد بقول فرمان فتح پوری اردو زبان میں چلائی گئی۔

قیام پاکستان کے فوری بعد قائد اعظم نے اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا اور پہلی قانون ساز اسمبلی نے ۲۵ فروری ۱۹۴۸ کو اردو کو پاکستان کی قومی، سرکاری، دفتری اور تدریسی زبان کے طور پر منظوری دی۔ پہلے وزیر اعظم سر لیاقت علی خان جو وزیر خزانہ بھی تھے نے پاکستان کا پہلا بجٹ قومی زبان اردو میں پیش کیا، جس میں انگریزی کا ایک بھی لفظ شامل نہیں تھا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے تیسرے اجلاس منعقدہ دہلی 30 جنوری 1910 میں سر غلام محمد علی نے صدارتی خطبے میں کہا:

"ملت کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو ہو اور اس کی ترقی و توسیع لازمی ہے۔ تمام دنیا میں مشترکہ زبان کو وحدت ملی کا موثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور اردو برصغیر کے تمام علاقوں میں بولی جاتی ہے، اس مقصد کو بہ طریق احسن پورا کرتی ہے۔"

جس زبان کے تحفظ کے لیے مسلم لیگ قائم ہوئی، جس نے پاکستان کے قیام کے لیے لازوال قربانیاں دیں، جس کے ہر اجلاس کا ایجنڈا تحفظ، فروغ اور نفاذ اردو تھا، قیام پاکستان کے بعد قائد اعظمؒ اور لیاقت علی خان کی رحلت کے بعد کالے انگریزوں نے قائدین تحریک پاکستان کی تعلیمات اور یکسر پس پشت ڈال کر انگریز استعمار کی زبان، طرز حکمرانی اور طور و اطوار اختیار کر کے ایک آزاد قوم کو دوبارہ انگریزی کی غلامی میں دے دیا۔ حالانکہ قائد اعظمؒ نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے کنووکیشن کے موقع پر اردو کی ہمہ گیر افادایت، قدر و منزلت اور عظمت و سربلندی پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی تھی:

"ملک کے مختلف صوبوں کے مابین رابطہ پیدا کرنے کے لیے ایک اور صرف ایک ہی زبان قومی زبان قرار پائے گی اور وہ اردو ہے۔ اردو زبان جس کی نشوونما میں برصغیر کے ہزارہاہزار افراد نے حصہ لیا ہے اور جو پاکستان کے وسیع و عریض خطوں کے علاوہ اور بھی تمام علاقوں میں سمجھی جاتی ہے اور جو دوسری علاقائی زبان سے کہیں بہتر طور پر اسلامی کلچر اور مسلمانوں کی روایت کی آئینہ دار ہے اور جو دوسرے اسلامی ممالک کی زبانوں سے قریب تر ہے، نتیجتاً سرکاری زبان کہلائے گی"۔

قیام پاکستان کے بعد قومی زبان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، اس کا جائزہ لیں تو قائد اعظمؒ کے یہ الفاظ سو فیصد درست ثابت ہوتے ہیں کہ اردو کے علاوہ کسی زبان بارے جو بات کرے گا وہ پاکستان کا دشمن ہے۔

۱۹۵۶ کے دستور میں قومی زبان کا حلیہ بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جس زبان کے نفاذ کے لیے پاکستان بنا تھا، اس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس دستور کے نافذ العمل ہونے کے دس سال بعد ایک کمیٹی قائم کی جائے گی جو یہ طے کرے گی کہ انگریزی کی جگہ اردو کیسے اور کب لے گی۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ دستور دس سال کی مدت پوری نہ کر سکا اور مارشل لائی تلوار نے سب کچھ لپیٹ دیا۔ ایوب خان نے انگریزی کو تقویت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور قومی زبان کو سرکاری دفاتر میں داخل نہ ہونے دیا۔

ایوبی مارشل لاء کے بعد ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم بنے اور ۱۹۷۳ کے دستور میں قومی زبان بارے دوٹوک قانون سازی کی گئی اور شق ۲۵۱ میں طے پا گیا کہ اردو پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان ہو گی۔ نظام مملکت کو انگریزی سے اردو میں منتقل کرنے کے لیے ۱۵ سال کی مہلت دی گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے پانچ سال گزرنے تک قومی زبان بارے ایک قدم بھی نہ اٹھایا گیا۔ جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۹ میں قومی زبان کے نفاذ کے لیے مقتدرہ قومی زبان کا ادارہ قائم کر کے جلد از جلد نظام مملکت کو قومی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ مقتدرہ قومی زبان نے ابتدائی چند سالوں میں دن رات محنت کر کے ۱۹۸۳ تک سارا کام مکمل کر لیا۔ مقتدرہ نے اپنی سفارشات حکومت کو پیش کر دیں کہ حکومت فوری طور پر قومی زبان کو نافذ کر سکتی ہے۔ تب تک تمام وفاقی اور صوبائی وزارتوں اور محکموں کے افسران اور عملہ اراکین کی بڑی تعداد کو دفتری اردو مراسلت کے کورسز کروا دیئے گئے تھے۔

دستور پاکستان کی شق ۲۵۱ کے تحت اردو زبان ۱۳ اگست ۱۹۸۸ سے ملک کی دفتری، تعلیمی، عدالتی اور عسکری زبان کے طور پر رائج ہو جانا چاہیے تھا لیکن پاکستان پر قابض استعماری اشرافیہ نے آج تک نافذ نہیں ہونے دیا۔ اشرافیہ کی ہٹ دھرمی پر نفاذ اردو کے محبین نے عدالت کا دروازے پر دستک دی۔ عدالت اشرافیہ بھی کسی سے کم نہ تھی، ۲۰۰۲ء میں دائر کیے گئے مقدمے کو بارہ سال تک زیر التواء رکھا گیا۔ خوش قسمتی سے ۲۰۱۵ میں چیف جسٹس دوست محمد خان کی مہربانی سے سپریم کورٹ میں مدفن مقدمہ دوبارہ سماعت کے لیے منظور کیا گیا اور

جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس فائز عیسیٰ نے دن، رات محنت کر کے چند ہفتوں میں تاریخ ساز فیصلہ سنایا۔ عدالت عظمیٰ کے فیصلے (۸ ستمبر ۲۰۱۵) کے باوجود اردو اور بقول قائداعظم پاکستان کے دشمنوں نے قوم کو اردو کے فیوض و برکات سے مستفید نہیں ہونے دیا۔ قائداعظم اردو زبان کو اسلامی تہذیب و ثقافت کی امین قرار دیتے رہے، قائداعظم کے پاکستان پر قابض اشرافیہ ہندوؤں سے زیادہ اردو دشمن ثابت ہو رہے ہیں اور دستور شکنی اور توہین عدالت کا مسلسل ارتکاب کرتے ہوئے انگریزی زبان کو اہل پاکستان پر مسلط کیے ہوئے ہیں۔ جو قائدین تحریک آزادی کی ہدایات اور جدوجہد کے منافی ہے۔

نفاذ اردو تحریک پاکستان کا نامکمل ایجنڈا ہے، جس کی تکمیل ہر پاکستانی پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ اس لیے ہر پاکستانی پر لازم ہے کہ وہ پاکستان سے انگریزی سامراج کی ساری باقیات بالخصوص انگریزی زبان کے ناجائز تسلط سے آزادی کے لیے تحریک پاکستان جیسے عزم و استقلال کے ساتھ جدوجہد کریں تاکہ قوم آزادی کی حقیقی برکات سے مستفید ہو سکیں، جس کا خواب علامہ اقبالؒ، چوہدری رحمت علی اور بابائے قوم بانی پاکستان جناب محمد علی جناحؒ نے دیکھا تھا۔ الحمدللہ تحریک نفاذ اردو پاکستان اور چند دیگر تنظیمیں قومی زبان کو قائداعظمؒ کی بصیرت کے مطابق ملک میں رائج کروانے کے لیے کوشاں ہیں اور عوام الناس اشرافیہ کی سازشوں کو سمجھنے لگے ہیں، امید ہے جلد پاکستان میں قومی زبان کا راج ہو گا اور قوم انگریزی کے ناجائز تسلط سے آزادی حاصل کر لے گی۔ جس کا خواب ہمارے آباواجداد نے دیکھا تھا۔

وزیر اعظم آئین کی پاسداری کرتے ہوئے سرکاری دفاتر میں نفاذ اردو کا حکم نامہ جاری کریں۔

ذریعہ تعلیم مادری و قومی زبان میں اور مقابلے کے امتحانات کے لیے دو لسانی پالیسی اپنائی جائے۔

نفاذ قومی زبان اور دیگر پاکستانی زبانوں کی ترقی کے لیے قومی لسانی پالیسی تشکیل دی جائے۔

بیرونی ایجنڈے کے تحت قومی زبان و اقدار سے متصادم ثقافتی تقریبات کے انعقاد پر تشویش کا اظہار۔

یوم قومی زبان پر اسلامی نظریاتی کونسل کے اشتراک سے منعقدہ تقریب سے ڈاکٹر قبلہ ایاز، ڈاکٹر خالد رحمان، افضل بٹ اور ممتاز ماہرین تعلیم اور دانشوروں کا خطاب

اسلام آباد: وزیر اعظم آئین کی پاسداری کرتے ہوئے فوری طور پر قومی زبان اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دینے کا حکم جاری کریں، ذریعہ تعلیم مادری اور قومی زبان میں اور مقابلے و ملازمتوں کے امتحانات انگریزی کے ساتھ اردو میں دینے کی پالیسی اختیار کی جائے۔ ان خیالات کا اظہار تحریک نفاذ اردو پاکستان کے زیر اہتمام اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد میں منعقدہ مجلس مذاکرہ میں شریک نامور محققین اور دانشوروں نے کیا۔

انہوں نے قومی زبان کے فوری اور کامل نفاذ اور مادری و علاقائی زبانوں کی ترویج و ترقی کے لیے وفاقی سطح پر وزیر اعظم کی براہ راست نگرانی میں ایک بااختیار و باوسائل قومی زبان ڈویژن کے قیام اور آئین پاکستان کی روح کے عین مطابق قومی امنگوں کی آئینہ دار اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ایک جامع قومی لسانی پالیسی کی تشکیل اور اس پر عمل درآمد کی حکمت عملی وضع کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ دستور اور عدالت عظمیٰ کے فیصلوں پر عمل درآمد نہ کرنا ملک میں لاقانونیت کو فروغ دینے، طبقاتی تفریق کو بڑھانے اور اشرافیہ کی منہ زور پالیسی کا آئینہ دار ہے۔ انگریزی زبان کے غیر قانونی تسلط اور انگلش میڈیم کی وجہ سے ستر فیصد نوجوان تعلیم سے محروم کیے جارہے ہیں۔ مقررین نے زور دیا کہ وزیر اعظم فوری طور پر نفاذ قومی زبان کا حکم جاری کر کے بے یقینی کی کیفیت کو ختم کریں تاکہ عام پاکستانی شہری بھی قومی دھارے میں شامل ہو سکے، عدالتیں قومی زبان میں فیصلے دے کر انصاف کو یقینی بنائیں اور نوجوان نسل زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکے۔ ڈاکٹر قبلہ ایاز چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے تقریب کی صدارت کی جب کہ ممتاز ماہر تعلیم اور انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے سربراہ ڈاکٹر خالد رحمان، صحافی رہنما اور پی ایف یو جے کے مرکزی صدر محمد افضل بٹ اور ادارہ فروغ قومی زبان کے قائم مقام صدر نشین ڈاکٹر راشد حمید مہمان خصوصی تھے۔ تقریب سے مرکز السنہ و ترجمہ کے ڈاکٹر غلام علی، زرعی سائنسدان ڈاکٹر ندیم امجد، مقتدرہ قومی زبان کے سابق ناظم دارالترجمہ محمد اسلام نشتر، ممتاز دانشور سابق سیکرٹری پاکستان زرعی تحقیقاتی کونسل محمد اسلم الوری، تحریک نفاذ اردو پاکستان کے صدر عطاء الرحمان چوہان، ماہر تعلیم انجینئر سید ظہیر گیلانی، ماہر ابلاغیات پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد، ماہر معاشیات ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، پروفیسر ڈاکٹر وسیم انجم، ممتاز کالم نگار پروفیسر ڈاکٹر ساجد خاکوانی، تنظیم اساتذہ کے رہنما فرمان عباسی، مولانا مسعود احمد توحیدی، ماہر قانون ساجد حسین ملک ایڈووکیٹ، سیکریٹریٹ ایمپلا ائزیونین کے سربراہ چوہدری محمد حسین، سید مظہر مسعود نے خطاب کیا۔ تحریک نفاذ اردو کے سرپرست اعلیٰ محمد اسلم الوری نے نفاذ قومی زبان، دستوری تقاضے، عملی اقدامات، موانعات اور تاخیر کے مضمرات کے عنوان پر ایک اختصاریہ پیش کیا۔ آخر میں تحریک کے بزرگ رہنما انجینئر سید مکرم علی شاہ صاحب نے قومی ترقی و سلامتی کے لیے دعا کی اور تحریک کے سربراہ عطاء الرحمن چوہان نے کونسل کی انتظامیہ تمام معزز مہمانوں اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

تحریک پاکستان میں اردو کا کردار

فرخندہ شمیم

عالمی سطح پر شہرت پانے والی جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی تحریک حصول آزادی جہاں مسلمانان ہند کی ولولہ انگیزی، سیاسی اکابرین کی باکمال قیادت اور جذبہ حریت کے باعث ایک شاندار مثال کی حیثیت رکھتی ہے وہیں آزادی کے پروانوں کو اکٹھا رکھنے والی زبان اردو کی مرہونِ منت بھی ہے۔ سیاسی جلسے ہوں یا اکابرین کی ملاقاتیں، تحریک پر مبنی سماجی اجتماعات ہوں یا اہل الرائے کی بیٹھک، ابلاغ اور مشاورت کے لیے اردو زبان ہی کو سہل اور محبوب ذریعہ گردانا گیا.... مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں جب سردار پٹیل نے انگریزی زبان میں گفتگو شروع کی تو شرکا نے اعتراض کیا. اس پر سردار پٹیل نے وضاحت دی کہ جناح نے بھی تو انگریزی زبان میں تقریر کی ہے، اس پر قائد نے فرمایا تھا کہ "اگر ایسا ہے تو میں آج ہی اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہو گی"

اردو زبان کے حسن اور سہولت سے کسی کو انکار نہیں ہے. دبستان دلی اور دبستان لکھنو کا ادب عالیہ اپنی جگہ،
ہندوستان میں گھر گھر اردو زبان کے استعمال اور برت کا چلن اور تحریک آزادی کو سمجھنے کے لیے اسی زبان میں نعرے، بینرز، پمفلٹ اور جھنڈیاں از خود تاریخ اردو کو مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مسلمانان ہند میں حصول آزادی کی تڑپ اور ولولہ افزائی میں جن اشعار اور مصرعوں نے سدا ایک نئی جان ڈالے رکھی وہ اردو زبان ہی میں لکھے اور پڑھے گئے۔

لے کے رہیں گے پاکستان۔۔بٹ کے رہے گا ہندوستان
پاکستان کا مطلب کیا۔۔۔لا الہ الا اللہ

اس ضمن میں تحریک خلافت کے ممتاز ترین کردار اور برصغیر کے نامور صحافیوں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے اخبارات ہمدرد اور کامریڈ کے مضامین، نظمیں اور اداریے نہ صرف تحریک آزادی کے لیے مہمیز بنے بلکہ اردو زبان کی نثری و نظمی ساخت کی پرداخت میں بھی بہترین آبیاری کرتے رہے۔ علی برادران کی والدہ بی اماں کا جذبہ حریت، جو پاکستان کے مجوزہ پرچم کی تیاری کے دوران اشعار کی شکل میں نظر آتا ہے اور پھر اپنے فرزندان کو نظام خلافت پر مرتکز کرنے کے لیے بار بار یہ کہنا

جان بیٹا خلافت پہ دینا
اردو زبان ہی کا تو فن پارہ ہے

متحدہ ہندوستان میں اردو زبان کی ناگزیر اہمیت کے پیش نظر 1901 میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جس کا مقصد انگریزوں کو اردو سکھانا تھا تاکہ وہ مسلمانوں اور ہندووں میں ان کی اپنی زبان میں قواعد و ضوابط کا ابلاغ کر سکیں. گو کہ ان کا مقصود اپنی حکمرانی ہی کو طول دینا تھا۔

عروسِ اُردو کے لیے رومن فراک

• احمد حاطب صدیقی

ہمارے ہاں اردو کا غلط تلفظ عام کرنے میں سلطنتِ روما کے ماہرینِ لسانیات کا بڑا ہاتھ ہے۔ نہ وہ رومن حروف ایجاد کرتے نہ ہماری اُردو خراب ہوتی۔ اس خرابی سے ہمارا ہر شہر خراب بن رہا ہے۔ کسی بھی شہر میں کسی طرف نکل جائیے، بڑے بڑے اشتہاری تختوں پر آپ کی انگریزی خوانی کا امتحان لیا جارہا ہوگا کہ دیکھیں تو سہی کہ آپ Khana کو 'کھانا' پڑھتے ہیں یا 'خانہ'؟ دُکانوں کے نام ہوں، دُکان داروں کے دیے ہوئے ٹھیلے ہوں یا پرچہ اُشتہار، سب پر رومن حروف میں لکھی ہوئی اردو آپ کو زبان چڑا رہی ہوگی۔

چڑ کر گھر میں آبیٹھیں تو اخبارات اور برقی ذرائع ابلاغ خود آپ کے گھر میں گھس کر اُسی زبان کا حلیہ بگاڑنے پر تُلے نظر آئیں گے جس زبان کو انھوں نے خود ہی اپنے ذریعۂ اَبلاغ کے طور پر منتخب کیا ہے۔ نشریاتی اداروں سے اردو میں نشر کیے جانے والے پروگراموں کے نام ہوں، ڈراموں کے عنوان ہوں یا ان کے مصنفین اور اداکاروں کے نام، سب کے سب رومن رسم الخط میں دکھائے جارہے ہوں گے۔ نہ جانے کس نے اُنھیں یہ پٹّی پڑھادی ہے کہ تمھاری طرح تمھارے ناظرین بھی جاہل ہیں، اُردو حروف پڑھ نہیں پائیں گے۔ ہمارے مغرب پرست ماہرینِ ابلاغیات کی یہ مجبوری تو ہے ہی کہ وہ کسی زبان کے ماہر نہیں۔ اچھی طرح انگریزی آتی ہے نہ بُری بھلی اُردو۔ مگر اس سے بھی بڑی مجبوری یہ ہے کہ ناظرین کی شرح میں اضافے کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے، اُس میں آگے بڑھنا اُردو زبان کو ذریعۂ اُبلاغ بنائے بغیر ممکن ہی نہیں۔ کیوں کہ اس ملک کی قومی زبان اُردو ہے، عوامی زبان اُردو ہے اور ملک کی مختلف زبانیں بولنے والوں کے مابین رابطے کی زبان بھی اُردو ہی ہے۔ مگر یہ جو ناک میں انگریزی بولنے والا نکٹا ولایتی بھوت سر پر سوار ہوگیا ہے، وہ اُن سے اردو بھی انگریزی حروف میں لکھواتا ہے۔ بدیسی تجارتی اداروں کے اشتہارات نے تو اس دیس کی زبان بگاڑنے کو اپنا ہدف یا نصب العین ہی بنالیا ہے۔ اگر وہ رومن حروف میں ''پیو اور جیو'' نہیں لکھیں گے تو شاید پی پی کر جینے والوں کو اُن کے مشروبات کی تیزابیت محسوس نہیں ہوگی۔

آج کل لوگ سمجھتے ہیں کہ رومن حروف میں اردو لکھنے کی وبا جدید ابلاغی آلات کی عطا ہے۔ یہ ابلاغی آلات بھی دیکھتے ہی دیکھتے ہماری زندگیوں میں بالکل اُسی طرح دخیل

ہو گئے، جیسے کڑکتی سردی میں کسی بدّو کے خیمے میں اُس کا اونٹ پہلے صرف گردن ڈالنے کی اجازت چاہتا ہے، پھر رفتہ رفتہ اونٹ اندر اور بدّو باہر۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہم بین الاقوامی رابطے کے نظام یعنی International Network سے روشناس کرائے گئے، جس کا مخفف Inter. Net ہے۔ اس عالمی ربط پر برساتی کھمبیوں کی طرح بہت سے سماجی ذرائع ابلاغ اُگ آئے۔ ابتدا میں ان جدید آلات پر تحریر کرنے کے لیے اردو کی تختی میسر نہ تھی، اس وجہ سے لوگوں نے مجبوراً رومن حروف میں اردو لکھنے سے ان ذرائع کو استعمال کرنے کا آغاز کیا۔ مگر بہت جلد اُردو اپنا رسم الخط لے کر تمام سماجی ذرائع ابلاغ تک پہنچ گئی۔ لہٰذا اب اردو پیغام رسانی کی راہ میں کوئی مجبوری حائل نہیں رہی، معذوری البتہ حائل ہو سکتی ہے۔

پاکستان کے اندر رومن حروف میں اردو تحریر کرنے کا فتنہ سب سے پہلے ایوب خان کے "دورِ انقلاب" میں اُٹھا۔ تہذیبِ حاضر کی چمک دمک سے خیرہ نظری کا شکار ہو جانے والے دیگر اذہان کے مثل، ایوب خان کا بھی خیال تھا کہ مصطفی کمال پاشا کی طرح رومن رسم الخط اختیار کر لینے سے ہم بھی ترقی کی راہ پر دوڑنے لگیں گے۔ مگر آج کی طرح اُس زمانے میں بھی اردو نے اپنی بقا کی جنگ پوری قوت سے لڑی اور اپنے آپ کو توانا زبان ثابت کر کے اپنا رسم الخط بچا لیا۔ برصغیر میں رومن رسم الخط پہلی بار کب استعمال ہوا؟ اس ضمن میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی کی ایک تحریر، جو ایوب خان کی تجویز کے جواب میں اُردو کالج کراچی کے مجلے "برگِ گل" کے "ایوب نمبر" میں 1960ء میں شائع ہوئی، ہمیں بتاتی ہے:۔

"اس تجویز کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ یورپی تاجروں نے اپنے کارندے، جو وہ یورپ سے لاتے تھے، ان کو یہاں کے مقامی الفاظ، خصوصاً افراد اور مقامات کے نام یاد کرانے کی یہ ترکیب نکالی تھی اور اس کام کے لیے یہ ترکیب تھی صحیح، کیونکہ فارسی حروف انہیں سکھانا مشکل تھا"۔ (بحوالہ "معارف فیچر"، شمارہ 16 مارچ 2014ء۔ شائع کردہ: اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی)

اُسی زمانے کی ایک دلچسپ تقریر ہمیں سابق مغربی پاکستان کے چیف جسٹس محمد رستم کیانی کے مجموعہ تقاریر "افکارِ پریشاں" میں ملتی ہے۔ جسٹس کیانی نے مدیر "چراغِ راہ" پروفیسر خورشید احمد کے ایک سوال کے جواب میں جو کچھ کہا، اُس سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ سوال یہ تھا: "کیا اردو زبان کا موجودہ رسم الخط کسی تبدیلی کا متقاضی ہے؟"

جسٹس ایم آر کیانی نے جواب دیا: "اردو رسم الخط نے خود تو کوئی تقاضا نہیں کیا کہ مجھے بدلا جائے۔ مگر آپ کی یہی رضا ہے تو پھر اُردو کی قضا ہے۔ البتہ انسان کی فطرت اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ چیزیں ہمیشہ بدلتی رہیں۔ کوئی اس کو جدّت کہتا ہے، کوئی بدعت، اور کوئی تو انقلاب کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ اب چوں کہ آپ کو اور کوئی تبدیلی نہیں سوجھتی اور شادیاں بھی چار سے یک لخت ایک ہونے پر آپ "کلِ جدید لذیذ" کی لذت سے محروم ہو گئے ہیں اس لیے عروسِ اردو کو

شریکِ حیات سمجھ کر اپنے جنسی میلان کی تسکین کے لیے اُس کو رومن اردو کا فراک پہناتے ہیں۔ میرے خیال میں محترم پروفیسر خورشید احمد کو متقاضی کے بجائے متحمل کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ کیا اردو رسم الخط بھی اتنی تبدیلی برداشت کر سکتا ہے کہ اسے رومن کا جامہ پہنایا جائے؟ مگر جامے کی تشبیہ یہاں غلط ہے۔ اُس کا تو چہرہ ہی بدل جائے گا۔ یہ محض لباس کا بدلنا نہیں ہے۔ رسم الخط کو تو زبان سے وہ تعلق ہے جو تن کو جان سے ہے۔ میں نے اس کا ذکر اس لیے کیا تھا کہ یہ اہلِ مغرب کا مخصوص لباس ہے اور غالباً اردو کو رومن بنانے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اسے مغرب کے لیے دلپذیر بنایا جائے۔ مگر آپ بھول رہے ہیں کہ کسی زبان کی اہمیت اُس کی اپنی خوب صورتی سے نہیں بڑھتی، بلکہ اُس کے بولنے والوں کی خوب صورتی سے بڑھتی ہے۔ جب آپ اخلاقی طور پر صحت مند ہو جائیں گے تو آپ کی قومیت کا اعتبار قائم ہو جائے گا اور دنیا آپ کی اُردو بھی سیکھے گی اور اس کے رسم الخط کے نخرے بھی اُٹھائے گی۔ کافِ کابل اور قافِ قندھار کے باریک فرق کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ سبحان اللہ ! محض حروف کے امتیاز میں یہ لوگ کتنی دُور چلے گئے ہیں''۔

(اقتباس از: ''افکارِ پریشاں''، مجموعہ تقاریر جسٹس ایم آر کیانی مرحوم)

ہمارا رسم الخط بھی ہماری قومی یکجہتی اور ہماری لسانی ہم آہنگی کا آئینہ دار ہے۔ سندھی، بلوچی، پنجابی اور پشتو سمیت تقریباً تمام پاکستانی زبانیں دائیں سے بائیں کو لکھی جاتی ہیں اور خطِ نسخ یا خطِ نستعلیق میں رقم کی جاتی ہیں۔ ان کے اکثر و بیشتر حروفِ تہجی بھی مشترک ہیں۔ جب کہ رومن حروفِ تہجی بائیں سے دائیں کو لکھے جاتے ہیں اور یہ حروف بھی ہمارے خطے کی زبانوں کے لیے اجنبی ہیں۔ رومن حروف میں اردو تحریر کرنے کو رواج دینے سے اردو بھی اجنبی ہو جائے گی اور اپنی ہمشیر زبانوں سے اس کا ناتا ٹوٹ جائے گا۔ یوں ہماری قومی زبان پوری قوم سے بیگانہ ہو جائے گی۔

ہمارے رسم الخط کا ہماری قوم کے عقائد، تہذیب، تمدن اور ثقافت سے کیا رشتہ ہے؟ اس موضوع پر ان شاءاللہ اگلی نشست میں بات ہو گی۔

قافلہ نفاذ قومی زبان میں شمولیت کے لیے ہر پاکستان کو دعوت عام ہے۔ یہ ہر شہری کا فرض ہے۔ آگے بڑھیے، پہلا قدم اٹھائیے، تحریک میں شمولیت اختیار کیجیے تاکہ ہم ملک کر قومی زبان کے نفاذ کو یقینی بنا سکیں۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔

۰۳۴۹۵۰۵۹۷۶۰

قومی ترقی کے لیے قومی زبان لازمی ہے

شہزار منیر احمد

پاکستان میں نفاذ اردو کے حوالے سے عرض ہے کہ ہمیں اردو زبان کی پیدائش، اس کے جوان ہونے اور پنپنے کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں آج ولی دکنی، میر تقی مرزا غالب اور داغ دہلوی کو اردو زبان کے بڑے اور بے مثال شاعر ثابت کرنے کی بھی شائد ضرورت نہیں ہے۔ ان امور کی بجائے ہمیں ضرورت اس پہلو پر توجہ دینے کی ہے کہ اردو کا قومی زبان کی حثیت سے تسلیم کیے جانے کے باوجود ملک میں اس زبان کا نفاذ ہونا کیوں ممکن نہیں ہوا۔ اور اردو زبان کا عدم نفاذ کس طرح ہماری قومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے اور ہماری نئ نسلوں کو تباہ کر رہا ہے۔ وہ بے علم رہ کر کسی کٹی پتنگ کی طرح، گڈی لٹ آوارہ گروہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ رکھنے کے باوجود بیروزگاری کا شکار ہیں۔ وہ محض مزدور بن کر پیزا تقسیم کرنے والے DELIVERY BOY بنے ہوئے ہیں۔ چنگ چی رکشے چلانے پر مجبور ہیں یا تازہ سبزی بیچتے ہیں یا میٹھے کنوں۔ وہ تو عزت کی روٹی کمانے کھانے میں لگے ہیں مگر ملک پسماندگی کی دلدل میں پھنستے جا رہا ہے۔ نئ نسل میں افکار تازہ کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ افکار تازہ علم سے پھوٹتے ہیں، فلک بوس عمارتیں کھڑی کرنے سے ملک ترقی نہیں کرتے۔ یا موٹر ویز بنا لینے سے STATE DEVELOPMENT حاصل نہیں ہوتی۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ افکار تازہ اپنی مقامی ثقافت اور قومی شناختی زبان سے پیدا ہوتے ہیں۔ زبان اعیار یا بیرونی مہمان زبان سے اپنی ثقافت کو فروغ نہیں دیا جا سکتا۔ ہماری قومی زبان اُردو ہے۔ جب کہ ہمارا سارا تعلیمی نصاب انگریزی زبان میں ہے جو نہ ہمیں آتی ہے نہ ہمارے والدین و اساتذہ ہی مدد کر سکتے ہیں۔ یوں ہماری تعلیم کاغذی تو ہے علمی و فنی نہیں ہے۔ انگلش آتی نہیں، اردو پڑھائی نہیں جاتی۔ ہم نہ پڑھے لکھے ہیں نہ ان پڑھ۔ خود فریبی کا ہمارا سفر جاری ہے اور نہ جانے کب تک ہمیں اپنے کسی "دیدہ ور" کی تلاش میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر صرف رونے رونا ہیں۔ ہمارا عالم اس شعر کے مصداق ہے۔

شہر اجنبی ہے کہ میں اجنبی ہوں شہر میں
دیکھتے ہیں دونوں چاہت سے مگر بولتے نہیں

تعلیم کا یہ حال ہے کہ پچھلے سال سی ایس ایس کے امتحان میں 74000 امیدواروں میں سے صرف 364 پاس ہوئے انٹرویو میں اور بھی کم ہو کر 300 کے لگ بھگ رہ گئے تھے۔ اس سال ایک صوبے میں 17000 امیدواروں میں سے 365 کامیاب ہوئے انٹرویو کے مرحلے میں سے گزر کر صرف 207 رہ گئے۔ جنھین ملازمتیں دی جا سکیں۔ اس خود فریبی کے حصار سے کون ہمیں نجات دلائے گا۔ نفاذ اردو کی کوششوں کے

اعتبار سے ہمارا نوجوان اپنی حب الوطنی اور محبت کا اظہار رومن اردو میں کرتا ہے۔ رومن رسم الخط میں نہ اسے حروف تہجی لکھنے پڑھنے آتے ہیں نہ املاہی صحیح لکھ سکتا ہے۔ وہ عبارت یا کسی تحریر کا نفس مضمون سمجھتا ہے نہ معنی و مفہوم۔ میری دانست میں رومن اُردو لکھنے والے لوگ اردو زبان کا بے خبری میں خود قتل کر رہے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ وہ ملک میں اُردو زبان کا نفاذ چاہتے ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان میں نفاذ اردو کا فیصلہ کوئی 1947, میں آزادی حاصل کرنے کے بعد نہیں کیا تھا بلکہ تحریک پاکستان کی ساری سرگرمیوں میں اُردو زبان کا نفاذ بھی شامل تھا۔ ستمبر 1937 میں مولانا عبد الحق بابائے اردو کو لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی اجلاس جو 15 سے 17 اکتوبر 1937 میں ہو رہا تھا میں لازماً شریک ہو کر، اردو ہندی تنازعہ پر ہونے والے مذاکرات پر بریفنگ دینے کا حکم دیا تھا۔۔

اخری بات تحریکِ نفاذ اردو کے قائدین سے کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں اردو زبان کا نفاذ کرانا ہماری پہلی اور دوسری نسلوں کا فرض ہے۔ جب کہ تیسری نسل یعنی نوجوانوں کا حق ہے کہ وہ اپنی۔ قومی زبان اردو سیکھیں پڑھیں اور اسے پھیلائیں۔

آپ خود نفاذ اردو کے لیے کی جانے والی کوششوں کو مزید تیز تر کرنے کے لیے تجدید عہد کریں اور پاکستانیوں کو قائد اعظم محمد علی جناح کے فرمان کی یاد دہانی کرائیں کہ وہ بھی اس قومی فرض اور ضرورت کی ادائیگی میں آپ کا ہاتھ بٹائیں۔۔ عوام کو ہر سطح پر بتایا جائے کہ ملک میں اردو زبان کا نفاذ کیوں ضروری ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ مجوزہ نفاذ اردو اتنا آسان نہیں ہے جس طرح یہ نظر آ رہا ہے۔ اردو زبان کے نفاذ کو پاکستان میں جن شخصیات اور مقتدر قوتوں نے بالارادہ رکوایا تھا اور آج تک روکا ہوا ہے وہ آج بھی اقتدار کے ایوانوں میں بااختیار حیثیتوں میں تخت نشین ہیں۔ جن لوگوں نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی تاریخی خط و کتابت اور سرکاری ریکارڈ تک غائب کرا دیا تھا وہ اس کے اردو کو قومی زبان قرار دینے کے فیصلے کو آسانی سے نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ یہ لوگ وہی کھوٹے سکے تھے جن کا قائد اعظم نے اظہار کیا تھا۔

اس لیے میری گزارش ہے کہ اپنی جدوجہد اور تیز کریں۔ ویسا عمل اختیار نہ کریں جیسا خلافت عثمانیہ کے خاتمے پر مسلمان انگریزوں سے خلافت کی بحالی کی خاطر بھیک مانگنے لگ گئے تھے جس پر علامہ اقبال نے انہیں سمجھایا تھا۔

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کے لیے ننگ ہے وہ بادشاہی

ہمیں اپنے سفر کو اس اصولی نظریے پر چل کر جاری رکھنا ہے۔ جو ہوا سو ہوا" یعنی ضایع شدہ وقت پہ یقین نہیں کرتے کہ اس کی تو تلافی ممکن نہیں ہوا کرتی۔ جو کامیابی ہمیں ملی وہ الگ رکھ دیں۔ جو ہمیں اپنے مقصد کے حصول میں ناکامی ہوئی اس پہ غور و فکر کریں، اس پر نظر ثانی کریں اور نیا لائحہ عمل تیار کر کے آگے بڑھیں۔

اپنے کارواں کی قیادت، غیور فکر، جراتمندانہ انداز اور توکل علی اللہ کر کے کریں۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

انہوں نے خود کو بدل لیا؟

ڈاکٹر سیما شفیع (پشاور)

غَیِّرُوا اَنْفُسِہِمْ (انہوں نے خود کو بدل لیا)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت خود تبدیل نہیں کر لیتے۔

"اسلام علیکم امی جی!"

"ہائے دادی جان!"

"ہیلو دادی جی!"

مختلف آوازیں پودوں کو پانی دیتی امی جی کے کانوں سے ٹکرائیں۔

امی جی نے مڑ کر دیکھا تو آٹھ دس لڑکیاں بشمول ملائکہ نئیر اور عروسہ گھر کے صدر دروازے سے اندر داخل ہو چکی تھیں۔

(مشترکہ سلام ان ہی کی طرف سے پیش ہوا تھا۔

جس کے بعد کچھ حیرت سے ملائکہ، نئیر اور عروسہ کی طرف دیکھ رہی تھیں)

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!"

امی جی نے پانی کا پائپ کیاری میں رکھا اور لڑکیوں کی جانب بڑھیں

"AMMI JEEEE......?"

خالص انگریزی لہجے میں

ملائکہ کی ہم جماعت تشمیم عرف ٹمی اپنی حیرت کو مزید نہیں چھپا سکی۔

"دادی کو بڑے چھوٹے اپنے پرائے سب امی جی کہتے ہیں۔"

ملائکہ نے ان کی حیرت دور کی۔

"Waoo that's interesting"

اتنی دیر میں امی جی ہاتھ خشک کر کے ان تک پہنچ چکی تھیں۔

انہوں نے فرداً فرداً سب کو قریب کر کے پیار کیا۔ اور ملائکہ کو دیکھ کر بولیں

"بیٹا انہیں مہمان خانے میں بٹھاؤ۔ میں تمہاری امی کو بھیجتی ہوں۔"

"جی امی جی!"

ملائکہ نے مودبانہ جواب دیا اور انہیں لے کر اندر چلی گئی۔

ملائکہ نے کالج میں فرسٹ پوزیشن لی تھی جس کی خوشی میں آج ان کے گھر میں ملائکہ کی پانچ سہیلیوں کی دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

ان کے ساتھ ان کی چھوٹی بہنیں جونئیر اور عروسہ کی ہم جماعت تھیں وہ بھی مدعو تھیں۔

امی جی جب مہمان خانے میں داخل ہوئیں تو ان کی چاروں بہوئیں مہمانوں سے مل رہی تھیں،

جبکہ سکھی، ذاکرہ اور صبوحی شربت پھل اور دوسرے لوازمات میز پر سجا رہی تھیں۔

ثروت (ملائکہ کی امی) نے امی جی کو اندر آتے دیکھ کر فوراً ان کے لئے صوفے سے ان دیکھی گرد جھاڑی کشن درست کیا ان کو صوفے پر بٹھایا پھر ساتھ ہی دوسرے صوفے پر خود براجمان ہو گئی۔

"امی جی یہ تشمیم ہے سب اسے پیار سے ٹُمی کہتے ہیں۔"

(نیلی جینز کی پینٹ، آدھی آستین کی سرخ شرٹ اور گلے میں جھولتے دوپٹے میں ملبوس ٹمی نے مسکرا کر سب کی طرف دیکھا)

"یہ اس کی جڑواں بہن تسنیم عرف سنی!"

(ایک جیسی شکل و صورت مگر خوبصورت انگوری اور سفید رنگ کے قمیص شلوار کے ساتھ سر پر نفاست سے اوڑھے دوپٹے میں سنی بہت پیاری لگ رہی تھی۔)

"یہ ان کی چچازاد مہک،"

(کالی پینٹ، سفید کشیدہ کاری والا زرد کرتا اور گلے میں جھولتا سفید دوپٹہ)

"یہ ایلس ڈیسوزا!"

(گلابی شلوار قمیض میں ملبوس گورے رنگ اور سبز آنکھوں والی انگریز لڑکی)

"یہ پونم!"

(زیتونی رنگت اور ملیح نقوش کی حامل دھان پان سی لڑکی جو مہک اور ٹمی کی طرح پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی۔)

"یہ ایمی ہے ایلس کی بہن اور عروسہ کی ہم جماعت،"

"یہ نئیر کی ہم جماعت سپنا، پونم کی بہن اور یہ تنویلہ، مہک کی بہن ہے۔"------

ملائکہ نے جلدی جلدی تعارف سمیٹا۔

امی جی نے مسکرا کر سب کی طرف دیکھا۔

اور ملائکہ سے سوال کیا

"تمہاری بیسٹ فرینڈ ان میں سے کون سی ہے؟"

"امی جی ہمارا فرینڈ گروپ ہے ہم چھ-----"

"میرا مطلب ہے کہ ایک ہوتا ہے ناں فاسٹ فرینڈ جو گروپ میں بھی تھوڑا ہٹ کر ہوتا ہے۔"

(امی جی نے ملائکہ کی بات کاٹتے ہوئے اپنا موقف واضح کیا۔

"Sunny and Alice!"

پونم جلدی سے خالص انگریزی لہجے میں بولی۔

"Even when we are in a group,.......

these three will often be seen in pairs,

especially.... Sunny and Malaika, and the position

is always back and forth.... Now look, Sunny took the second position. Malaika is on first and Alice ......is on fourth position

(ہم گروپ میں بھی ہوں تب بھی یہ تینوں اکثر سر جوڑے نظر آئیں گی خصوصاً سنی اور ملائکہ ،اور پوزیشن بھی ہمیشہ آگے پیچھے اب دیکھیں سنی نے سیکنڈ پوزیشن لی ہے اور ملائکہ نے پہلی جبکہ ایلس نے چوتھی پوزیشن لی)۔

مہک نے انگریزی میں تفصیل بتائی۔

امی جی نے سکون کا سانس لیا۔

لڑکیاں آپس میں گپ شپ میں مصروف ہو گئیں امی جی انتظامات دیکھنے کھانے کے کمرے کی طرف آ گئیں۔

کان ابھی بھی لڑکیوں کی آپس میں فرنگی زبان میں گپ شپ اور دل ان کے فرنگی لبادوں میں اٹکا ہوا تھا۔

"!Wao what a beautiful decoration piece"

"?Is it imported"

"!......And look at this one , amazing"

ٹمی اور پونم ایک ایک ڈیکوریشن پیس اٹھا کر دیکھ رہی تھیں۔

جبکہ مہک ابھی بھی سوالیہ نظروں سے ملائکہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"نہیں یہ میری چچی اور امی جی کے ہاتھ کے بنے ہیں۔"

" منجھلی چچی (نئیر کی امی) نے کورس کیا ہے ڈیکوریشن، پوٹری اور انٹیریئر ڈیزائننگ کا۔"

"وہ آرٹسٹ بھی ہیں لینڈاسکیپ پینٹنگ اور اسلامک کیلیگرافی ان کی فیلڈ ہے۔"

I have heard that your mother runs a private " school which is very successful. And she is ".highly educated as well as a poet

(میں نے سنا ہے کہ تمھاری امی نجی سکول چلاتی ہیں جو بہت کامیاب ہے۔اور وہ اعلی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعرہ بھی ہیں۔)

ٹمی کے سوال پر ملائکہ مسکرائی اور فخر سے سر اونچا کر کے بولی۔

"ہمارے گھر کی مثال ایک جواہرات کے خزانے جیسی ہے اس میں ہر نگینہ ہر ہیرا اپنی مثال آپ ہے۔"

"!Waoooo"

ٹمی بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔

Well ! It means your mother and other women in " ".your family must have studied abroad

".That is why they are so talented"

"نہیں! بلکہ ان سب نے تو گورنمنٹ کے سکولوں سے اردو میڈیم میں تعلیم حاصل کی ہے۔"

"!Urdu medium------?What"

ٹمی کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

"?Then what did they do to succeed"

" They Must have done English language courses
"?am I right

امی جی جو کافی دیر سے ٹمی کی باتیں سن رہی تھیں۔ آخر کار پہلے (بچی کی تسلی کے لئے) انگریزی میں ہی خالص انگریزی لہجے میں گویا ہوئیں۔

"!Sweet heart"

" why do you think success comes from English language? Or only those who study abroad are ".talented

".English is only a language not a skill or ability"

" And each country has its own language, its own talents, skills, capabilities, abilities and their own customs and culture. AL Hamad o Lillah we are Muslims, we have the strongest religious ".culture

"میری جان! انگریزی زبان سامراج کی باقیات میں سے ہے۔

ہم نے غلامی کے ہر نشان کو مٹا کر اپنی نسل کو حقیقی آزادی سے ہم کنار کرنا ہے۔

اپنے اقدار کی پاسداری کرنی ہے۔"

"کسی بھی قوم کی ترقی و تنزلی کا انحصار اور دنیا میں اس کی عزت و تکریم، اس کے زر مبادلہ کے ذخائر کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ کس قدر اپنی تاریخ، نظریات، روایات، اقدار، زبان، ثقافت اور تہذیب کے معاملے میں حساس ہے۔"

"بچوں! انگریزی بولنا برا نہیں مگر انگریزی کو ترقی و کامیابی کی نشانی سمجھنا بے وقوفی ہے۔"

"اور افسوس کے ساتھ کہوں گی کہ، انگریزوں کو ان کی زبان کی وجہ سے اعلی و ارفع سمجھتے ہوئے کھانے پینے اوڑھنے پہننے میں ان کی تقلید کرنا تو میری نظر میں جاہلیت ہے۔"

"ناراض نہ ہونا بچوں۔"

امی جی کو خدشہ ہوا کہ کہیں بچیاں پریشان نہ ہو جائیں۔

"اس میں آپ لوگوں کا قصور نہیں یہ تو غلامی کا وہ زہر ہے جو آج سے کچھ عرصہ قبل انگریزوں نے ہماری رگوں میں نہایت چالاکی سے اتارا۔"

"کیا چال تھی ان کی! امی جی نے آہ بھری۔

برصغیر میں آئے!۔۔۔۔۔،

ہماری نفسیات سمجھنے کیلئے ہماری زبانیں پڑھیں!۔۔۔۔۔۔۔۔،"

"ہماری خوبصورت زبانیں فارسی، اردو، اور سنسکرت کے عالم بنے۔"

"اپنے اوپر مختلف بولیوں کے لبادہ چڑھاتے گئے، اور ہماری زبان کے جسم کو بے لباس کرتے گئے۔"

"ہمارے چند فیصد امیر طبقے کو انگریزی زبان سکھائی اور اکثریت غریب طبقے کو اس زبان سے دور رکھا۔"

"پھر انگریزی بولنے والوں پر انعامات واکرامات کی بارش شروع کر دی۔"

"اب یہ فطرت انسانی ہے کہ جس شئے تک رسائی مشکل ہو، اسے ہی کامیابی سمجھ بیٹھتے ہیں۔"

"لہذا اکثریت زبان سے مرعوب ہوتی گئی اور اپنے اسلاف کی عظیم تاریخ بھلا بیٹھی اور یوں وہ ہماری تاریخ کو پائمال کر گئے۔

ہمارے حال کو بے حال کر گئے۔

ہم اپنے وطن میں ہیں مجھے سمجھ نہیں آتی ہماری کیا مجبوری ہے کہ پرائی زبان و ثقافت کو فروغ دے رہے ہیں؟

ہمیں عبرت پکڑنی چاہیے اُن نسلوں سے جو آج مجہول النسب ہیں!

ورنہ ہم بھی بے نام و نشان ہو جائیں گے!"

ٹمی، مہک اور پونم کے سر شرمندگی کے احساس سے جھک گئے۔ جبکہ سنی اور ایلس ڈیسوزا نے اپنے دل میں ایک نامعلوم سا سکون محسوس کیا۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں ہمارے رب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا اسلام میں انگریزی بولنے کی اجازت نہیں؟"

ایلس ڈیسوزا نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے نہیں اسلام میں کسی بھی زبان کے بولنے پر کوئی پابندی نہیں، مگر دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔"

"سورہ آل عمران کی ایک آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

جس کا ترجمہ تفسیر عثمانی میں کچھ یوں کیا گیا ہے کہ

اے ایمان والو تم نہ ہو (جاؤ) ان کی طرح جو کافر ہوئے۔

سنن ترمذی میں ایک روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص ملتِ اِسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ،اِرشاد فرمایا کہ تم یہود اور نصاری کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو''۔ (سنن الترمذي، كتاب الاستيذان، رقم الحديث: ۲۶۹۵)

اس حدیث کی شرح میں صاحب تحفۃ الأحوذي لکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کے کسی بھی فعل میں مشابہت اختیار نہ کرو۔ (تحفة الاحوذي: ۵۰۴/۷)

"بدقسمتی سے ہمارے پاس خوبصورتی کا معیار گورا رنگ اور قابلیت کا معیار انگریزی ہے۔ ہمارے ملک میں بچوں کو اسکول میں داخل کروانے کا واحد مقصد انگریزی سکھانا ہوتا ہے۔"

ملائکہ کی امی ثروت نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"کبھی کبھی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اگر معیار تعلیم انگریزی ہے تو انگریز اپنے بچوں کو اسکول میں کیوں داخل کرواتے ہیں؟"

"ہماری ذہنی غلامی کا تماشہ دیکھیں ہم نے اسکولز تک کو انگریزی اور اردو میڈیم بنایا ہے۔ ملک کا غریب طبقہ اردو پڑھے گا جبکہ امیر انگریزی۔

دنیا کی پچھلی دس ہزار سالہ تاریخ اٹھا کر دیکھا جائے تو کسی قوم نے کسی غیر کی زبان میں ترقی نہیں کی۔"

"تخلیق، تحقیق اور جستجو کا تعلق فرنگی زبان سے نہیں ہوتا۔

اس قوم کا نوجوان بھلا کیسے کچھ سوچ سکتا ہے جس کا واحد مقصد اپنی انگریزی درست کر کے اعلی نوکری حاصل کرنا ہو۔"

"اور وہ ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے جس کے اعلی عہدوں کی بنیاد قابلیت کے بجائے انگریزی زبان پر رکھی جائے۔"

کم از کم میں نے تو آج تک دنیا میں کہیں بھی قابلیت کا کوئی نمونہ انگریزی کی وجہ سے نہیں دیکھا۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔"۔۔۔

امی جی نے تائید کی۔

"انگریزی ضرور سیکھنی چاہیئے مگر، اردو کی حفاظت بھی ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ اردو صرف ایک زبان ہی نہیں ہماری غیرت، ہماری شناخت اور ہمارے دین و تہذیب و تمدن کی محافظ ہے۔

جو قومیں اپنی زبان کو ترک کر دیتی ہیں، پھر چاہے کتنی مالدار ہی کیوں نہ ہو جائیں ان کے نصیب میں صرف ذلت و رسوائی ہی ہوتی ہے۔"

"انگریزی زبان سے ہمارا رشتہ صرف غلامی کا ہے۔

"امی جی اس ضمن میں علامہ اقبال کیا خوب فرمایا:"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(تنیم عرف سنی "جو علامہ اقبال کی شاعری کی دلدادہ تھی" نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے تمام گفتگو کو انجام دے دیا)

"اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے"

قافلہ نفاذ قومی زبان میں شمولیت کے لیے ہر پاکستان کو دعوت عام ہے۔ یہ ہر شہری کا فرض ہے۔ آگے بڑھیے، پہلا قدم اٹھائیے، تحریک میں شمولیت اختیار کیجئے تاکہ ہم ملک کر قومی زبان کے نفاذ کو یقینی بنا سکیں۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔

۰۳۴۹۵۰۵۹۷۶۰

قوم کے لیے قومی زبان کا استعمال کا معجزہ

افشیں شہریار

ہم تحریک نفاذ اردو کی صورت میں قومی زبان کے نفاذ کا ایک بھرپور جائز حق مانگ رہے ہیں اور یہ بات کسی تاریخی المیے سے کم نہیں کہ کسی قومی زبان کے نفاذ کے لئے تحریکیں چلانی پڑیں۔ اس سے بڑھ کر ایک اور المیہ کچھ کوتاہ اندیشوں کی بے یقینی ہے کہ کیا ہم قومی زبان کے نفاذ سے مطلوبہ اہداف حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ شک اہل شعور کو ان کوتاہ اندیشوں پر خود شک کی دعوت دیتا ہے۔

قومی زبان کے استعمال کے فائدے گنوانا توجہ طلب ہے کہ ہمیں افسوسناک مرحلے سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ عوام الناس کو آگہی بھی دینی ہے کہ قومی زبان کا استعمال کتنا فائدہ مند ہے۔

ایک مشترکہ زبان لوگوں کو اکٹھا کر سکتی ہے اور مشترکہ شناخت کا احساس پیدا کر سکتی ہے۔ قومی اتحاد کو فروغ دینے اور علاقائی یا نسلی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم کو کم کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔

جب ہر کوئی ایک ہی زبان سمجھتا ہے تو بات چیت آسان اور زیادہ موثر ہو جاتی ہے۔ یہ تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور کاروبار جیسے شعبوں میں خاص طور پر اہم ہو سکتا ہے۔ جہاں واضح مواصلت ضروری ہے جب بات سمجھ آئے تو الجھن کافی حد تک ختم ہو جائے گی۔

قومی زبان ثقافتی علم اور روایات کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے کی اجازت دے کر کسی قوم کے ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے میں مدد کر سکتی ہے۔

قومی زبان معیشت کی بہتری میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ جب کسی قوم کی زبان مشترک ہو تو وہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر تجارت کو آسان بنا سکتی ہے۔ اس سے اقتصادی ترقی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

قومی زبان ایک قوم کو دوسرے ممالک کے ساتھ زیادہ مؤثر طریقے سے بات چیت کرنے میں بھی مدد دے سکتی ہے۔ جس سے ممکنہ طور پر مضبوط سفارتی تعلقات اور تعاون میں اضافہ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر قومی زبان کا استعمال ایک قوم پر بہت سے مثبت اثرات مرتب کر سکتا ہے۔

> **نفاذ قومی زبان فرض بھی ہے اور قرض بھی**

پاکستان اور اردو

جعفر حسین (لیہ)

پاکستان اور اردو کی کہانی کوئی اتنی بھی اچھی اور دل فریب نہیں کہ اسے مثالی کہا جائے۔ جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے زبان اردو کو بہت سے نشیب و فراز کا سامنا رہا ہے۔ پاکستان اور پاکستان میں رہنے والے احباب اردو نے بھی کبھی ہار نہیں مانی۔ ہر دور میں جوں جوں مخالفین اردو نے اپنے عزائم ناپختہ کو پورا کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے، احباب اردو بھی اس کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ حکومتی پالیساں ہوں یا غیر ملکی پراپیگنڈہ اردو مخالف قوتیں ہمیشہ ناکام و نامراد رہی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔

قیام پاکستان کے بعد 1951 میں پہلی مردم شماری کی گئی جس کے مطابق پاکستان کی کل آبادی ساڑھے سات کروڑ سے زائد تھی۔ جس میں مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً 3 کروڑ اور مشرقی پاکستان کی آبادی تقریباً 4 کروڑ محض 7 فیصد لوگ ایسے تھے جن کی مادری زبان اردو تھی۔ جبکہ بنگالی اور پنجابی دو علاقائی یا صوبائی زبانیں آبادی کے بڑے حصے کی زبانیں تھیں۔ اس کے باوجود بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اردو زبان کو ہی پاکستان کی قومی زبان بنانے پر اصرار کیا۔

آج پاکستان کی آبادی 22 کروڑ ہے پھر بھی اردو بولنے والوں کی آبادی کی شرح تقریباً وہی ہے۔

2023 کی مردم شماری آج کی تاریخ میں جس پر تیزی سے عمل جاری ہے، اردو بولنے والوں کی آبادی کی شرح کم و بیش وہی رہے گی۔ کل اگر ملک میں اردو بولنے والوں کی شرح کم و بش 7 فیصد تھی تو اردو سمجھنے والوں کی تعداد 50 فیصد سے اوپر تھی۔

آج 2023 میں پاکستان میں اردو بولنے والوں کی شرح تقریباً وہی ہے جبکہ دنیا میں اردو بولی جانے والی اور سمجھی جانے والی بڑی زبانوں میں دسویں نمبر پر ہے۔

پاکستان کی قومی زبان اردو ہے، پاکستانیوں کی صرف 7.5% آبادی ہی مادری زبان اردو بولتی ہے لیکن تعلیمی سطح پر، ذرائع ابلاغ میں اور تجارتی لین دین میں اردو کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح اکثریت اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی ہے۔ یہ اپنے آپ میں ملک کے ثقافتی اور سماجی ورثے کی ایک وسیع ذخیرے کی حامل ہیں۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا پیغام

"میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو اور صرف اردو ہو گی، اور اردو کے

سوا کوئی اور زبان نہیں جو ہوگی۔ دیگر اقوام کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اور کام کر سکتی ہے، پس جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ صرف اردو اور صرف اردو ہی ہوگی۔" (مارچ 1948 ڈھاکہ)

آئین پاکستان پاکستان کے آرٹیکل 251 کے مطابق:

1- پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور یومِ آغاز سے پندرہ برس کے اندر اندر اس کو سرکاری و دیگر اغراض کے لیے استعمال کرنے کے انتظامات کیے جائیں گے۔

2- شق 1 کے تابع انگریزی زبان اس وقت تک سرکاری اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کی جا سکے گی، جب تک اس کے اردو سے تبدیل کرنے کے انتظامات نہ ہو جائیں۔

3- قومی زبان کی حیثیت کو متاثر کیے بغیر، کوئی صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعے قومی زبان کے علاوہ کسی صوبائی زبان کی تعلیم، ترقی اور اس کے استعمال کے لیے اقدامات تجویز کر سکے گی۔

قیامِ پاکستان کے بعد، پاکستانی قومیت کے تصور کے فروغ نہ پا سکنے کی جہاں دیگر وجوہ ہیں وہی تہذیبی اور ثقافتی حوالوں سے بھی کئی اعتراضات اور اختلافات موجود تھے۔ یہ اختلافات حکومتی سطح پر بھی تھے اور پاکستانی معاشرہ کے مختلف طبقات میں بھی گہرے اور واضح تھے۔ تاہم قیام پاکستان کے فوری بعد بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کی پر خلوص وضاحت اور پاکستان کی تمام صوبائی زبانوں کے حقوق کی مارچ 1948 کو ڈھاکہ کیں دی گئیں۔ ان کی ضمانت کے باوجود بعض طبقات کی جانب سگ لسانی مفاہمت کی بجائے مخاصمت پر مبنی پروپیگنڈہ جاری رہا۔ اس کے ردِ عمل میں حکومتی سطح پر بعض ایسے انتظامی اقدامات کیے گئے جس کی وجہ سے پس پردہ قوتیں پاکستان میں اردو زبان کو متنازع اور اسے دیگر علاقائی زبانوں، خصوصاً بنگالی زبان کی حریف اور مدِ مقابل بنا کر پیش کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

اسلام کے نظریہ قومیت سے قطع نظر، پاکستان ایک کثیر الاقوامی ملک ہے۔ 1947 سے 1955 کے دوران پاکستان کے دونوں حصوں میں بسنے والی مختلف لسانی قومیتوں کی زبانوں کو ہائی اسکول کی سطح تک ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ جبکہ اردو کو لازمی مضمون کے طور پر پانچویں جماعت سے شروع کیا گیا۔ 1956ء میں مملکت کے پہلے آئین میں اردو اور بنگالی ہر دو زبانوں کو قومی زبانوں کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس سے قومی زبان کا مسئلہ حل تو نہ ہوا لیکن نئے لسانی مسائل ضرور پیدا ہو گئے۔ 1955ء سے 1968ء کے دوران بلوچستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ صوبہ خیبر پختونخوا) اور پنجاب میں اردو کو پرائمری سے ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ تاہم صوبہ سندھ اور بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) میں یہ پانچویں جماعت سے ذریعہ تعلیم بنائی گئی۔ 1968ء سے 1977ء کے دوران اردو کو قومی زبان کا درجہ ملا مگر ساتھ ہی دیگر علاقائی زبانوں کی بھی اس طرح سے سرپرستی کی گئی کہ وہ اپنے اپنے

حلقہ اثر میں مقامی سطح تک ذریعہ تعلیم بن سکیں۔ تاہم صوبہ پنجاب کے علاوہ دیگر تینوں صوبوں میں یہ یونیورسٹی کی سطح تک بھی ذریعہ تعلیم بنی رہی۔ 1977ء کے بعد اردو زبان کی بطور قومی زبان تمام صوبوں میں تعلیم و تدریس ہوتی رہی، تاہم دیگر علاقائی زبانیں بھی پرائمری سطح تک پڑھائی جاتی رہیں۔

بلوچستان وہ واحد صوبہ تھا جہاں اردو زبان کو پہلی جماعت سے ہی لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جانے لگا۔

ہر دور میں اردو سے پیار کرنے والی عوام نے پاکستان میں ہمیشہ اپنی تگ و دو جاری رکھی اور اردو کو قومی و سرکاری زبان بنانے کے لیے کوشاں رہی۔ اور یہ کوشش تاحال جاری و ساری ہے، یہ کوشش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر لیتی۔ چند دن قبل لاہور ہائی کورٹ نے حکومت وقت کو حکم دیا ہے کہ اردو کا نفاذ فوری طور پر پورے ملک میں ہر ادارے کو اردو میں خط و کتابت کرنے کا پابند بنایا جائے۔ اگر اس پر فوری عمل نہ کیا گیا تو توہین عدالت متصور ہوگا۔ یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں حکومتیں ٹس سے مس نہیں ہو رہیں۔ یہ کام اتنا آسان نہیں مزید جدوجہد کی ضرورت ہے جس کے لیے ہر سطح پر عملی جدوجہد کرنا پڑے گی۔

ہوا کہ کسی عدالت نے نوٹس لیا ہے پہلے بھی اسمبلیاں اور عدالتیں فیصلے دے چکی ہیں مگر

سایہ۔۔۔۔شائستہ میر آرزو، سوات کے پی

زندگی کی تپتی دھوپ ہو یا موسلا دھار بارش کسی نا کسی صورت ہمیں سائے کی ضرورپڑتی ہے۔ لیکن تپتی دھوپ نہ بھی ہو، بارش تھم بھی جائے تب بھی وجودِ زن کو زمانے کے تھپڑوں سے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہیں۔ ایسے میں بابا کا سایہ تپتی دھوپ میں چھاؤں اور بھائی کا سایہ بھی اسی احساس سے معمور ہوتا ہے۔

لیکن ایک وقت آتا ہے کہ بابا کا سایہ کھو جاتا ہے اور بھائی تحفظ کا سایہ دیتے دیتے تھک جاتا ہے۔ یا پھر نئے رشتوں کو سایہ دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور وجودِ زن شوہر کے سائے میں پناہ لیتی ہے۔ ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ شوہر دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے اور بیٹا یہی ذمہ داری سنبھال لیتا ہے۔ لیکن کچھ سائے بہت کمزور ہوتے ہیں۔ نئے رشتے پرانے رشتوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اور آخر میں وجودِ زن تنہائی کا سایہ اوڑھ کر زندگی کی آخری لمحات کو گن گن گزارنے کی جدوجہد کرتی رہتی ہے۔ لیکن آخری ٹھکانہ پھر بھی ندارد رہتا ہے۔ محفوظ سایہ بس قبر کی شکل میں میسر ہوتا ہے۔

ایک نظم اردو کی نذر

فرخندہ شمیم

اقبال کہ جو واقف پنہائی بیان
اس کی نظر میں قوم کی سالار ہے لسان
ایسی زباں کہ شاعر مشرق چنیں جسے
اظہار کا جو فخر ہے اردو ہے وہ زبان
اردو کی چاشنی میں بسا، لشکروں کا کیف
ترک و عرب، فرنگی و فارس، سبھی کا کیف
اہلِ ہنود بھی اسی لشکر میں پید تھے
سب ایک ہی زبان کی الفت میں قید تھے
قائد نے جس کو قوم کی آواز کہہ دیا
اقبال کے سخن نے اسے عام کر دیا
غالب نے ہر زبان کی ملکہ کہا جسے
اہل ہنر نے کر دیا پیراستہ اسے
ایسی زبان کیوں نہ ہو نافذ وطن کے بیچ
کیسی رکاوٹیں ہیں کھڑی بے پناہ کثیف
اردو میں کیا ہے شرم، کہاں کا ملال ہے

اس کے تو ابجدوں ہی میں بکھرا جمال ہے
اردو فقط نہیں ہے کوئی رابطہ زبان
اس میں ادب بھی ایک ذخیرہ کمال ہے
لندن ہو، روس ہو یا ہو ہند ، چینیوں کا دیس
اردو کا مقام خوب ہے، عزت نصیب ہے
حیرت ہے اپنے دیس میں اس کا مکاں نہیں
دنیائے دور دور میں اردو قریب ہے
اک غیر کی زباں کو تو جلدی سے چن لیا
ہم نونہال دیس کو اردو نہ دے سکے
اس کے بہت سبب، بہت سی وجوہ ہیں
ہم گھر میں رہ کے طفل کو بولی نہ دے سکے
مکتب نصاب کا ہو یا ہوں پیشہ ور علوم

ٹیکنالوجی ہو، طب ہو یا ہوں سائنسی فنون
اسلوبِ درس کو مگر اردو نہ دے سکے
سارے جہاں کی ساری زبانیں ہی علم ہیں
سیکھو سبھی علوم، سبھی کی زبان میں
لیکن وطن زبان کی توقیر ہے سوا
اس میں بہت خلوص ہے، اس میں بڑی ادا
پر زور گفتگو سے، دلائل کے زور پر
وکلاء مباحثوں نے تو اردو سنبھال لی
لیکن سیاسیات کے کچھ ظلم گروں نے
یوں عدلیہ کے حکم کی پگڑی اتار دی
کیا ہے یہ شرف، کہو کیا نیاز ہے
آو کہ طوقِ زرد کو اوپر اچھال دیں
اور پاک سر زمین پہ اردو اجال دیں۔

تشکیل ارض پاک میں اُردو کا ہاتھ ہے۔

اریز سندس۔۔سمندری

اردو محض ایک زبان کا نام نہیں ہے دراصل اردو ایک تحریک کا، ایک جدوجہد کا نام ہے۔اردو محض پاکستان کی زبان نہیں بلکہ پاکستان کے لیے لڑی جانے والی تحریک کی موجد ہے اگر یہ کہا جائے کہ آزادی کی تحریک کا ایک محرک اردو زبان بھی ہے تو اس بات میں ذرا مغالطہ نہیں ہے۔1867 میں زبان کا اٹھنے والا مسئلہ بھی ایک حد تک وطن عزیز کے قیام کی وجہ نظر آتا ہے۔پاکستان کی آزادی کی تحریک کے لیے مسلمانوں کے جذبوں کو ابھارنے، مسلمان نوجوانوں کو ان کے روشن مستقبل کی امید دلانے کے لیے اور اس مقصد کے لیے منعقد ہونے والے جلسوں کا حال اردو زبان کے ذریعے ہی بیان کیا جاتا تھا۔اردو زبان کی جہتوں اور امکانات میں بہت وسعت پائی جاتی ہے۔دنیا کی تیسری بڑی زبان جس کے بولنے والے دنیا کے ہر کونے میں موجود ہیں اور باقاعدہ صرف و نحو اور قواعد کے حوالے سے جو وسعت اردو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے وہ ہمیں دوسری زبانوں میں نظر نہیں آتی ہے۔اردو زبان کے سیکھنے اور سیکھانے میں دوسرے ممالک پاکستان سے کسی قدر آگے ہیں، جاپان کی یونیورسٹی سے ہر سال طالب علم نہ صرف اردو زبان سیکھتے ہیں بلکہ دلجمعی سے بولتے بھی ہیں۔اسی طرح اسلامی ملک ترکی میں بھی اردو شعبہ میں باقاعدہ تحقیق کا کام جاری ہے۔ترکی سے ڈاکٹر ائیکوت کسمیر کا کہنا ہے کہ "ہمارے طلبہ جب پاکستان کے سفارت خانے جا کر اردو میں سوال کرتے ہیں تو ان کو انگریزی میں جواب ملتا ہے۔"

ان کے یہ الفاظ ہمارے لیے، ہماری نوجوان نسلوں کے لیے باعث شرمندگی ہیں اس کے ساتھ ساتھ ڈنمارک میں بھی شعبہ اردو میں کئی سالوں سے اردو زبان پر کام ہو رہا ہے اور ڈنمارک زبان کے اردو میں تراجم کئے جا رہے ہیں۔

اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اس کے باوجود ہماری قوم اس زبان کو بولنے میں شرمندگی محسوس کرتی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں والدین سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے کو اگر انگریزی آتی ہو گی تو پڑھا لکھا سمجھا جائے گا۔اردو کو قومی زبان کا درجہ قانونی طور پر مل تو چکا ہے اب قوم کی باری ہے کہ وہ اردو زبان کو اپنائے اور اس کا حق ادا کرے۔

اردو محض زبان نہیں

یہ امین ہے تہذیبوں کی

یہ رازداں ہے تاریخوں کی

یہ پاسدار ہے روایتوں کی

یہ گواہ ہے قربانیوں کی

یہ شہادت ہے خوشیوں کی اریزؔ

یہ امیں ہے عظمتِ پاکستان کی۔

میری مرضی

مسرت جبیں، لاہور

یہ بھی کوئی زندگی ہے یہ نہ کرو وہ نہ کرو۔ باہر ننگے سر نہ جاؤ، قہقہہ نہ لگایا کرو۔ بازار جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر جانا ضروری ہے تو بھائی کے ساتھ جاؤ۔ کزن کے سامنے مت آیا کرو۔ لباس ڈھنگ کا پہنو، آج کے بعد ایسا لباس مجھے نظر نہ آئے۔ کیا ہے ؟؟؟ قسم سے یہ سڑیل سا بونگا بھائی۔۔۔ اسے میرا ہی بھائی ہونا تھا۔ واہ کیا مزے میں ہے پنکی۔۔۔ کتنا اچھا ہے اس کا بھائی، جب دیکھو اپنی بہن کو بائیک پر جہاں چاہیں لے کر گھومتا پھرتا ہے۔ نہ روک نہ ٹوک، کتنی خوبصورت لگ رہی تھی حنا کی شادی میں۔۔۔ جینز کی پینٹ اور شارٹ فراک پہنے کھلے بالوں ڈانس کرتے ہوئے اس کے ڈیڈ بھی تو سامنے ہی بیٹھے تھے۔ ان کو تو ذرا غصہ نہیں آ رہا تھا اور خود پنکی کتنی دلکش اور کیوٹ لگ رہی تھی۔ انعم کا کزن تو پنکی پر جی جان سے مر مٹا تھا۔ ہائے کیسے دل میں گدگدی کرنے والے اشارے تھے۔ کتنی لکی ہے پنکی۔۔۔ اسے تو ہمارے گھر کی طرح بات بات پر روک ٹوک نہیں۔ جب، جہاں اس کا دل کرتا ہے جاتی ہے۔ پرسوں ہی تو پنکی بتا رہی تھی کہ اس کے ممی ڈیڈی تو کلب چلے گئے تو رات کو وہ بھی اپنے کزن بابر کے ساتھ نائٹ ڈانس پارٹی میں مدعو تھی۔ کیا غضب کا پروگرام تھا۔ بتاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نشہ سا بھر گیا تھا۔ چہرے پہ رنگ بکھرے تھے۔ اور مزے کی بات کہ بابر نے اپنی ایک دوست سے ملاقات کروائی جو بہت عرصے سے اس کلب کی ممبر تھی اور مجھے بہت گرم جوشی سے ملی۔ میری بہت تعریف کی پتہ ہے کہہ رہی تھی تم بہت خوبصورت ہو۔ تمہارے فیگر بہت دلکش ہیں مجھے کہہ رہی تھی کہ تم جب چاہو آ سکتی ہو۔ میں تمہیں ممبر شپ لے دوں گی اپنی دوستوں کو بھی لانا تم کبھی چلو نا۔ تمہاری تو وہ عاشق ہو جائے گی دیکھنا تو، تم ویسے ہی غضب ڈھاتی ہو۔

میری تو پرسوں سے نیند ہی اڑ گئی ہے بار بار پنکی، اس کا کزن، کلب والی دوست، اس کی باتیں اور اس کا یہ کہنا کہ تم تو غضب ڈھاتی ہو یہ فقرہ میرے دل و دماغ میں جم سا گیا ہے۔ کلب کیسا ہوتا ہے ؟ ہائے کبھی میں بھی کلب جاؤں گی۔۔۔ ہاں ہاں میں ضرور جاؤں گی بہت گزار لی گھٹ گھٹ کر زندگی۔ بابا، بھائی اور امی نے تو زندگی حرام کر دی ہے۔ جانے کس زمانے کے ہیں میرے گھر والے۔۔۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ بہت برداشت کر لیا بس اب کچھ تو آزادی ہو۔ ایک بار تو ضرور جاؤں کوئی کھا تھوڑی جائے گا۔ اپنے آپ کو تسلی تو دے لی مگر نیندیں حرام ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر صبر کا پیمانہ لبریز ہوا کچھ شیطان کی چالوں میں تیزی آ گئی۔ پہلے تو ایک دو بار کالج ہی بہانے پنکی کی دوست سے ملی پھر اکثر ملاقات ہونے لگی۔ وہ اس عورت کے سحر میں ایسے مسحور تھی کہ جال بنتا ہی چلا گیا۔ حیا کی چادر سر سے کی سر کی حیا کی پہچان ہی بھول گئی۔ بابا کی

شفیق صورت یاد رہی، نہ اماں کی محبت کی بھری آغوش، نہ بھائی کا مان اور نہ ہی بہنوں کا مستقبل رکاوٹ بنا۔ وہ آہستہ آہستہ بھیڑوں کے جنگل میں گم ہوتی گئی۔ وہ ایسی دلدل میں دھنستی چلی گئی جہاں سے واپسی ناممکن مگر مشکل ترین ضرور تھی۔

وہ ایک منظم گروہ تھا یہودی لابی عورت مارچ میرا جسم میری مرضی۔ ایسا شیطانی گروہ جس کا اب وہ بھی حصہ تھی واپسی کے راستے گم ہو چکے تھے۔ تین چار ماہ سے اس کی ٹریننگ جاری تھی۔ آٹھ مارچ کو عورت مارچ پہ کیسے ہلہ گلہ کرنا ہے؟ کتنا مختصر لباس کو گا؟ کیسی ننگ نعرے بازی ہو گی۔ میرا جسم میری مرضی، مجھے آزادی دو، میرے نکاح کی فکر کیا؟ میرے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو مجھ پہ کوئی اختیار نہیں جیسے فحش نعروں کی تیاری کرائی گئی۔ خصوصاً جدید فیشن کا لباس جسم پر لگایا جا رہا تھا کہ کل کیسی لگو گی۔۔۔ رات بھر وہ تیاری میں مگن رہی۔

رات دیر تک وہ خوابوں خیالوں کی دنیا میں مگن رہی کہ کل آزادی، شہرت، خود نمائی، کا خواب دنیا پہ چھا جائے گا۔ خوب سج دھج کر دیر تک آئینے میں خود کو دیکھے جا رہی تھی۔

پنکی کی کال سننے کے لیے بالکونی کی طرف تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی پھر اچانک ایک دردناک چیخ گونجی۔ اندھیروں میں گرتی گئی۔ بے خبری میں بالکونی کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا اور وہ تیسری منزل سے نیچے گر گئی۔ تمام منظر دھندلا گئے تھے چند آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ڈاکٹر، اماں اور بابا جانے کون کون تھا۔ کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بس چند سیسے اس کے کانوں میں انڈیلے جا رہے تھے۔۔۔ ریڑھ کی ہڈی بری طرح ٹوٹ چکی ہے اب یہ کبھی کھڑی نہیں سکتی۔ شکر ہے زندگی بچ گئی۔ سسکیاں اندر ہی دم توڑتی ہیں، آنسو حلق کو نمکین بناتے ہیں اور دل کی دنیا ویران ہوئی جاتی ہے۔ ہاں چند آوازیں سماعتوں پہ بجلی گراتی ہیں۔۔۔ میرا جسم میری مرضی، میں آزاد ہوں۔

سایہ۔۔۔۔ شائستہ میر آرزو، سوات کے پی

زندگی کی تپتی دھوپ ہو یا موسلا دھار بارش کسی نا کسی صورت ہمیں سائے کی ضرور پڑتی ہے۔ لیکن تپتی دھوپ نہ بھی ہو، بارش تھم بھی جائے تب بھی وجودِ زن کو زمانے کے تھپڑوں سے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہیں۔ یسے میں بابا کا سایہ تپتی دھوپ میں چھاؤں اور بھائی کا سایہ بھی اسی احساس سے معمور ہوتا ہے۔

لیکن ایک وقت آتا ہے کہ بابا کا سایہ کھو جاتا ہے اور بھائی تحفظ کا سایہ دیتے دیتے تھک جاتا ہے۔ یا پھر نئے رشتوں کو سایہ دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور وجودِ زن شوہر کے سائے میں پناہ لیتی ہے۔ ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ شوہر دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے اور بیٹا یہی ذمہ داری سنبھال لیتا ہے۔ لیکن کچھ سائے بہت کمزور ہوتے ہیں۔ نئے رشتے پرانے رشتوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اور آخر میں وجودِ زن تنہائی کا سایہ اوڑھ کر زندگی کی آخری لمحات کو گن گن گزارنے کی جدوجہد کرتی رہتی ہے۔ لیکن آخری ٹھکانہ پھر بھی ندارد رہتا ہے۔ محفوظ سایہ بس قبر کی شکل میں میسر ہوتا ہے۔

میری اُردو

محمد اسلم نشتر، خوشاب

بسکہ دنیا میں ضوفشان ہے اردو
تو بھی کہدے کہ میری جان ہے اردو
شاعر مشرق کا جو تخیل ہے
خود شاہیں ترجمان ہے اردو
سفر صدیوں کا کر کے ای ہے
اب بھی رونق جوان ہے اردو
کیسے ممکن ہے یہ کہ مٹ جائے
ایک زندہ زبان ہے اردو
تیرے داماں سے جو وابستہ ہے
لفظ وہ خلد مکان ہے اردو
برہ و وصل کی نازک بیانی کا
ایک عہد و پیمان ہے اردو
اس میں ندرت کمال درجے کی
ایسا سحر و فان ہے اردو
روح کے تار چھیڑ دیتی ہے
ایسی راگ تان ہے اردو
قند شیریں شیرینی نسیم اس میں
لزت کام و دہان ہے اردو
غزل نظم قصیدہ مرثی کا
خوبصورت دیوان ہے اردو
لفظ تشبیہ استعاروں کا
ایک دلکش دیوان ہے اردو
لطف گریہ کمال ہے اس میں
سچ کہوں لطف بیان ہے اردو
ملت بیضا کی ترجمانی کا
ہند میں اک نشان ہے اردو
قرب جاناں سی دلکشی اس میں
حق یہ ہے کہ جانان ہے اردو
تیرا احساں تحریک آزادی
مانتا ہر انسان ہے۔اردو
میر تا فیض سب ستارے ہیں
ایک پر نور کہکشان ہے اردو

محمد اسلم نشتر بگھور ادھیکوٹ تحصیل نور پور تھل
ضلع خوشاب

یوم نفاذ قومی زبان، ۲۵ فروری کے حوالے سے لاہور ایف سی کالج میں منعقدہ تقریب کی رپورٹ

(روزینہ بٹ)

نفاذ اردو سے متعلق عدالت عالیہ کے فیصلے کا خیر مقدم روزینہ صدیقی وڑش بٹ

نفاذ اردو کے ضمن میں عدالت عالیہ لاہور کے حالیہ نفاذ اردو کے فیصلے کا وسیع پیمانے پر عوام کی طرف سے خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں تحریک نفاذ اردو کے جملہ عہدیداران عطاالرحمان چوہان، نفیس شہریار، روزینہ فیصل، عمران یوسف، عابد نسیم، جاوید اقبال ندیم، نشاء یار اور محمد رفیق بھٹی نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان نیشنل موومنٹ کے صدر محمد یوسف عزیز جو کہ اعلیٰ صوبائی اور وفاقی حکام کو گزشتہ کئی دہائیوں سے اردو زبان کے عملی نفاذ اور دفتری مراسلات میں استعمال کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اپنے ہر ترقیاتی کورس میں باقاعدہ اردو کو عملی صورت میں استعمال کرنے پر NIM ترقی اداروں میں لیکچرز دیتے ہیں۔

انہوں نے کہا ہے کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہونے کی حیثیت سے حکومتی امور اور کاروبار میں موثر اور مسلسل طریقے سے استعمال میں لائی جائے۔ اس سلسلے میں عدالت عظمیٰ آٹھ سال پہلے ہی 8 ستمبر 2015 کو بھرپور فیصلہ دے چکی ہے۔ اور آئین کی شق نمبر 5 کے تحت پاکستان میں بسنے والے ہر چھوٹے بڑے خواتین و حضرات کا یہ آئینی فریضہ ہے اور تمام سرکاری و غیر سرکاری بشمول تعلیمی اداروں پر یہ لازم ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ کے فیصلے پر عملدرآمد یقینی بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے تمام دساتیر میں اردو کے نفاذ کے لئے مختلف شقیں رکھی گئی ہیں اور خاص طور پر موجودہ دستور کی دفعہ 251 کے تحت اردو کا سرکاری دفاتر میں عملی نفاذ سنہ 1988 تک ہو جانا چاہئے تھا مگر انگریزی کی دلدادہ نوکر شاہی نے اس سلسلے میں پس و پیش سے کام لیتے ہوئے اس اہم قومی فریضہ کو پس پشت ڈالے رکھا۔ اس لئے عدالت عالیہ لاہور کا فیصلہ قابل تعریف و تحسین ہے۔ امید ہے کہ حکومت عدالت اپنے اس فیصلے پر عمل کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔ تحریک نفاذ اردو کی جنرل سیکرٹری روزینہ فیصل وڑش بٹ اور دیگر اراکین نفاذ اردو نے اس اہم پیش رفت پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس فیصلے سے عوام الناس کے لئے سرکاری اعلانات کو سمجھنے اور حکومتی امور میں بھرپور حصہ لینے کا موقع ملے گا۔ قومی زبان کو سرکاری سطح پر نافذ کرنے سے ہماری زبان مزید مستحکم ہوگی۔ اور اس فیصلے پر بلا تاخیر جلد از جلد عملدرآمد ہونا چاہئے۔ کسی بھی قوم کے استحکام اور مضبوطی کے لئے زبان بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اپنی قومی زبان ہی مستحکم نہ ہو تو تہذیب و ثقافت بھی بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اب قوی امید ہے کہ مقابلے کے امتحانات اردو زبان میں لئے جائیں گے۔ تحریک نفاذ اردو کے جملہ اراکین مسلسل اپنی زبان کے عملی نفاذ کے لئے سرتوڑ کوشش میں ہیں۔ سینئر صحافی حامد میر نے کہا ہے کہ سپریم کورٹ نفاذ اردو کا فیصلہ سنا کر خود تا حال انگریزی میں فیصلے کر رہی ہے۔ سپریم کورٹ کو توہین عدالت کا نوٹس کون بھیجے گا کہ وہ خود اپنے ہی فیصلے کی خلاف ورزی کر رہی ہے؟ سپریم کورٹ کے نفاذ اردو کے فیصلے پر 15 سال پہلے ہی عمل ہو جانا چاہئے تھا جو ہمارے حکام بالا کی غفلت سے تاخیر کا شکار ہوا اب لاہور ہائی کورٹ کے حالیہ فیصلے سے اردو سے محبت رکھنے والی ہستیاں کروڑوں عوام بے حد خوش ہیں اور جلد از جلد اپنی قومی زبان کا عملی نفاذ چاہتی ہے جو کہ نہ صرف ہماری زبان ہے بلکہ ہماری قومی شناخت بھی یہی زبان ہے۔

دنیا کی بولیوں سے مطلب نہیں ہمیں کچھ
اردو ہے دل ہمارا، اردو ہے جاں ہماری

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے اشتراک سے منعقدہ مجلس مذاکرہ سے شرکاء خطاب کر رہے ہیں۔

محمد اسلم الوری کے والد کی رحلت پر تعزیتی مجلس

اس موقع پر ادارہ فروغ قومی زبان کے ڈپٹی ڈائریکٹر محبوب بگٹی کے والد اور دیگر مرحومین کے لیے بھی دعاء مغفرت کی گئی۔

راولپنڈی۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان کے سرپرست اعلیٰ محمد اسلم الوری کے والد گزشتہ ہفتے خانیوال میں رحلت فرما گئے۔ راولپنڈی مصطفائی مرکز میں ان کے ایصال ثواب کے لیے دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔

آج مصطفائی مرکز راولپنڈی میں مختلف تنظیمات کی طرف سے محمد اسلم الوری کے والد گرامی اور مختلف دوستوں کے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں قرآن خوانی اور درود و سلام اور ذکر و اذکار کے بعد المصطفی ویلفئر سوسائٹی کے صدر جناب احمد وقار مدنی نے میرے والد محترم حاجی فضل الرحمان الوری، فارورڈ کہوٹہ آزاد و جموں کشمیر مصطفائی اسکول سسٹم کے پرنسپل چوہدری محمد شفیق ناز، مقتدرہ قومی زبان کے ڈپٹی ڈائریکٹر محبوب بگتی کے والد، غازئ انجمن محمد رمضان جانا، رانا زاہد محمود ایڈووکیٹ کے بھائی، پروفیسر ڈاکٹر

عقیل شیخ کی والدہ اور ظفر اقبال، حضور بخش محمد افتخار سمیت تمام شہدائے تحریک نظام مصطفی کی مغفرت اور بلندئ درجات، بیماروں کی صحت یابی اور وطن عزیز کی ترقی و سلامتی کے لیے اجتماعی دعا کرائی۔ تقریب میں میاں فاروق مصطفائی، محمد اسلم الوری، خواجہ صفدر امین، احمد وقار مدنی، تحریک نفاذ اردو کے سربراہ عطاء الرحمان چوہان، معروف صحافی اللہ داد صدیقی، نقیب محفل جناب مظہر الحق، ڈاکٹر محمد ارشد، ڈاکٹر ظفر اقبال، رفاقت اسلام ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، مقتدرہ قومی زبان کے

محبوب بگتی، مصطفائی مرکز کے انچارج حافظ محمد اقبال، چوہدری شاہد محمود، انجمن طلبا اسلام ضلع اسلام آباد کے صدر ثاقب گجر، محمد سمیع، انجمن کے سابق مرکزی رہنما سید صابر حسین ترمذی، برادرم محمد اکرم وارثی، انجینئر مظفر علی اور دیگر مصطفائی رضاکاروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر میاں فاروق مصطفائی، جناب احمد وقار مدنی، اسلم الوری اور عطاء الرحمن چوہان نے بھی اظہار خیال کیا۔

ڈاکٹر فرحت جبیں ورک

صدر شعبہ اردو، فاطمہ جناح یونیورسٹی راولپنڈی کے شوہر انتقال کر گئے۔

راولپنڈی۔ڈاکٹر فرحت جبیں ورک، صدر شعبہ اردو، فاطمہ جناح یونیورسٹی کے شوہر کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔ڈاکٹر صاحبہ قومی زبان اردو کی حقیقی ترجمان اور قومی زبان کی تدریس اور نفاذ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتی ہیں۔وہ راولپنڈی، اسلام آباد کے ادبی حلقوں میں ایک منفرد مقام کی حامل ہیں۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان کو بھی ان رہنمائی اور تعاون حاصل رہتا ہے۔ان کے شوہر کی وفات پر تحریک نفاذ اردو پاکستان کے سرپرست اعلیٰ محمد اسلم الوری، سرپرست محترمہ فرخندہ شمیم، صدر عطاء الرحمن چوہان، سنیئر نائب صدر ظہیر گیلانی نے اپنے مشترکہ تعزیتی پیغام میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے لواحقین کے لیے صبر و حوصلے کی دعا کی۔

رکنیت اختیار کیجئے

تحریک نفاذ اردو پاکستان ملک میں قومی زبان کے نفاذ کے لیے سرگرم عمل ملک گیر تنظیم ہے۔جو دستور پاکستان کی منشاء، قائد اعظم کے فرامین، عدالت عظمیٰ کے فیصلے اور عوام کی منشاء کے مطابق قومی زبان اردو کو ملک کی سرکاری زبان قرار دلوانے کے لیے کوشاں ہے۔ ہماری مقتدرہ بلاوجہ معاملے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہے۔ جس کا کوئی جواز نہیں بلکہ یہ دستوری شکنی اور توہین عدالت کا عمل کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ قوم کو انگریزی کے ناجائز تسلط سے آزادی دلانا تحریک پاکستان کا نامکمل ایجنڈا ہے۔ہر شہری پر لازم ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔جو خواتین و حضرات اس کام کے لیے اپنا وقت دے سکتے ہیں وہ تحریک کی رکنیت اختیار کر کے اس کا حصہ بنیں۔رکن بننے کے لیے آلائن لنک

https://tnupak.com/be-a-member-2/

دعائے صحت

تحریک نفاذ اردو صوبہ پختونخواہ کے صدر سید مشتاق حسین بخاری کا گزشتہ ہفتے پشاور میں دل کا بائی پاس ہوا ہے۔الحمدللہ آپریشن کامیاب رہا اور وہ بتدریج روبہ صحت ہو رہے ہیں۔احباب سے گزارش ہے کہ انہیں اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ رمضان کی مبارک ساعتوں میں آپ کی دعائیں ان کی جلد صحت یابی اور درازی عمر کے لیے توشہ ہیں۔تحریک نفاذ اردو پاکستان سید مشتاق بخاری کی جلد صحت یابی کے لیے دعا گو ہے۔

صرف ۲۰،۰۰۰ روپے میں پلاٹ بک کروائیں

رمضان المبارک آفر

اسلام آباد سے چند کلو میٹر پر جدید رہائشی سہولیات سے آراستہ

این او سی کی حامل ہاوسنگ سوسائٹی میں

محدود مدت کے لیے خصوصی

پیشکش

بکنگ کے لیے فوری رابطہ کریں۔

پلاٹ پہلے آیئے، پہلے پایئے کی بنیاد پر الاٹ ہوں گے۔